بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (القرآن)

"اور جسے حکمت (فہم دین) عطا ہوئی تو بے شک اسے بڑی ہی خیر عطا ہوئی۔"

جواہر الرشید

یعنی

ہزاروں زریں ملفوظات میں سے منتخب

صد پند لقمان

علماء و مفتیان کرام، اساتذہ و مشایخ عظام، طلبہ و صلحاء و اہل تبلیغ کی خدمت میں

گل صد برگ

ملفوظات

۲

فقیہ العصر مفتئ اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

ناشر

الرشید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

”اور جسے حکمت (فہم دین) عطا ہوئی تو بے شک اسے بڑی ہی خیر عطا ہوئی۔“

جواہر الرشید

ہزاروں زریں ملفوظات میں سے منتخب

صد پند لقمان

علماء و مفتیان کرام، اساتذہ و مشائخ عظام، طلبۂ و صلحاء اہل تبلیغ کی خدمت میں

گل صد برگ

ملفوظات

②

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

نام کتاب ⬅ جواہر الرشید جلد ثانی
وعظ ⬅ فقیہ العصر مفتیٔ اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
تاریخ طبع ⬅ جمادی الاولی ١٤٢٢ھ
تعداد ⬅
مطبع ⬅ قریشی آرٹ پریس۔ فون: - ٦٦٨٦٠٨٤
ناشر ⬅ الرشید

* * *

ملنے کا پتہ

کتاب گھر السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد
ناظم آباد۔ کراچی
فون نمبر.....٦٦٨٣٣٠١ فیکس نمبر.....٦٢٣٦٦٦ - ٠٢١

فاروق اعظم کمپوزرز

فہرست مضامین جواہر الرشید

جلد ثانی

عنوان	صفحہ
☐ ① خدام دین رشتے کروانے کا کام نہ کریں	۹
☐ ② توجہ کا اثر	۱۰
☐ ③ دینی یا دنیوی ادارہ کی اصلاح کا طریقہ	۱۱
☐ عبرت آموز قصہ	۱۲
☐ ④ سائل عاقل ملنے کی دعاء	۱۳
☐ ⑤ جہاد کی برکت سے تمام مشکلات کا خاتمہ	۱۵
☐ ⑥ اپنے اور دوسروں کے عیوب کی اصلاح	۱۵
☐ ⑦ علماء و اہل افتاء کو اہم ہدایت	۱۵
☐ ⑧ اکابر کے لئے دعائیہ کلمات	۱۶
☐ ⑨ ذاتی مسائل پوچھنے کا اصول	۱۶
☐ ⑩ مسئلہ بتانا اختیار میں ہے تشفی کرنا اختیار میں نہیں	۱۷
☐ ⑪ غفلت کا علاج	۱۷
☐ ⑫ ہمت پیدا کرنے کا نسخہ	۱۷
☐ ⑬ تہجد میں آنکھ نہیں کھلتی	۱۷
☐ ⑭ بے دینوں کے اعتراض کا جواب	۱۸

عنوان	صفحہ
☐ ⑮ تجسس حرام ہے	۱۸
☐ ایک سبق آموز قصہ	۲۰
☐ ⑯ موت کی خبر لانے والے کے ساتھ معاملہ	۲۰
☐ ⑰ دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات کا واحد نسخہ	۲۱
☐ ⑱ عالم حکم کے لئے طریق کار	۲۱
☐ ⑲ بڑے کی طرف سے ہدیہ ملنے پر	۲۲
☐ ⑳ ڈاکٹر اور ڈاکو میں فرق	۲۳
☐ ㉑ مسئلہ تصور شیخ	۲۳
☐ ㉒ شیخ سے موافقت کا طریقہ	۲۴
☐ ㉓ صحبت شیخ بغرض اصلاح ہو	۲۴
☐ ㉔ حاجت دنیا کے لئے دعاء	۲۴
☐ ㉕ پورے دین پر عمل کرنا فرض ہے	۲۵
☐ ㉖ بذریعہ اخبار مسائل شرعیہ بتانا	۲۵
☐ ㉗ علماء سے مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کی درخواست کرنا	۲۷
☐ ㉘ مجاہد اور مقام ولایت	۲۷
☐ ㉙ دین میں وسعت کی حد ہے	۲۸
☐ ㉚ بات جلدی آگے پہنچانے کی وجوہ	۲۸
☐ ㉛ محبت کا معیار	۲۹
☐ ㉜ شکر نعمت حاصل کرنے کا نسخہ	۲۹
☐ ㉝ انسانوں کی قسمیں	۲۹

عنوان	صفحہ
☐ (۳۴) منکرات کو دیکھنے پر	۳۰
☐ (۳۵) غصہ بہت خطرناک گناہ ہے	۳۱
☐ (۳۶) مدارس میں افتتاح واختتام کی رسم	۳۲
☐ (۳۷) مدرسہ کا ماحول بہتر رکھنے کا ایک اہم اصول	۳۵
☐ (۳۸) طلبہ کو اہم وصیت	۳۵
☐ (۳۹) ایک دوسرے کی اصلاح کا معمول بنائیں	۳۶
☐ (۴۰) سلام پھیرنے کے بعد امام کس طرف رخ کرے	۳۷
☐ (۴۱) استاذ سے محبت اور اس کی خدمت ضروری ہے	۳۷
☐ (۴۲) نام مفرد ہونا چاہئے	۳۹
☐ (۴۳) مسئلہ مستند عالم سے پوچھا کریں	۴۰
☐ (۴۴) فٹ بال شیطانی کھیل ہے	۴۰
☐ (۴۵) اللہ کا خوف دین پر استقامت کا ذریعہ	۴۱
☐ (۴۶) کامیابی کا مدار اتباع شیخ پر ہے	۴۲
☐ (۴۷) دواء کے بارے میں عقیدہ	۴۲
☐ (۴۸) جواب واضح ہونا چاہئے	۴۲
☐ (۴۹) سلام کا جواب زور سے دیا کریں	۴۴
☐ (۵۰) علماء لوگوں کو دواء نہ بتایا کریں	۴۴
☐ “مُجّو” کے معنی	۴۷
☐ (۵۱) ذکر اللہ کو کسی دوسری چیز کا ذریعہ بنانا جائز نہیں	۴۷
☐ (۵۲) مکارم اخلاق	۴۸

عنوان	صفحہ
☐ (۵۳) طب نبوی	۵۰
☐ (۵۴) صحت برقرار رکھنے کے اصول	۵۱
☐ (۵۵) دو دعاؤں کے اثر کا کھلی آنکھوں مشاہدہ	۵۲
☐ (۵۶) کسی سے کوئی شکایت ہو تو فوراً بتایا کریں	۵۲
☐ (۵۷) مرض عجب و کبر سے حفاظت کا نسخہ	۵۳
☐ (۵۸) گناہ کی دعوت دینے والوں کو جواب	۵۶
☐ (۵۹) عبادت پہلے مشقت پھر عادت پھر لذت	۵۷
☐ (۶۰) قربانی کی حقیقت	۵۹
☐ (۶۱) ہدایت کی بات کہنے کا صحیح طریقہ	۶۱
☐ (۶۲) فضول مجلس بازی سے بچیں	۶۲
☐ (۶۳) تقوی کی برکت	۶۲
☐ (۶۴) ایک غلط خیال کی اصلاح	۶۲
☐ (۶۵) بوقت ملاقات یہ دعاء کریں	۶۳
☐ (۶۶) مدارس دینیہ کی کثرت	۶۴
☐ (۶۷) شیخ سے ان کے معمولات دریافت کرنا جائز نہیں	۶۵
☐ (۶۸) نوجوانی ہی میں دنیا سے بے رغبتی	۶۵
☐ (۶۹) معمولات پر استقامت ترقی کی علامت	۶۶
☐ (۷۰) علماء کے مصارف حکومت کے ذمہ ہیں	۶۶
☐ (۷۱) عامی اور مقتدا کی تعریف	۶۷
☐ (۷۲) نفس کے زندہ یا مردہ ہونے کا معیار	۶۷

عنوان	صفحہ
☐ (۷۳) حقوق العباد میں حقوق اللہ بھی ہیں	۶۹
☐ (۷۴) جائز کام کو خطرۂ ریاء سے چھوڑا نہیں جاتا	۶۹
☐ (۷۵) محبت الٰہیہ کا درجۂ حرارت	۶۹
☐ (۷۶) زمانہ فتنہ وفساد سے سبق	۶۹
☐ (۷۷) صحت کی دعاء	۷۰
☐ (۷۸) بصیرت فقہیہ	۷۰
☐ (۷۹) خواب کی حقیقت	۷۲
☐ (۸۰) مجاہدات کی قسمیں	۷۵
☐ (۸۱) ذکر اللہ دعاء اور علم دین کے درجات	۷۷
☐ (۸۲) الاھم فالاھم	۷۸
☐ (۸۳) عبرت کے مواقع	۷۸
☐ (۸۴) تعویذ لینے والوں کی اصلاح	۸۰
☐ (۸۵) متقین کے لئے قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ	۸۱
☐ (۸۶) قرب شاہی کا ذریعہ	۸۲
☐ (۸۷) تعزیت کا طریقہ	۸۳
☐ (۸۸) امانت رکھنے کا طریقہ	۸۴
☐ (۸۹) موت کے لئے ہروقت تیار رہنا چاہئے	۸۴
☐ (۹۰) خدام دین دنیوی کام کا مشغلہ نہ بنائیں	۸۴
☐ (۹۱) اتفاق رحمت اور اختلاف عذاب ہے	۸۵
☐ (۹۲) اپنے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات لکھنا	۸۶

عنوان	صفحہ
☐ (۹۳) اپنے نام کے ساتھ حقارت وذلت کے کلمات لکھنا	۸۸
☐ (۹۴) بے دینوں سے سوٴال	۸۹
☐ (۹۵) غیر محرم سے بات کرنے کی صورتیں	۹۰
☐ (۹۶) دعاء کے بارے میں صحیح عقیدہ	۹۱
☐ (۹۷) ماقدر اللہ	۹۱
☐ (۹۸) قیامت تک جہاد کا ٹھیکہ	۹۳
☐ (۹۹) اسّی سال کا دولہا	۹۴
☐ (۱۰۰) فتح امریکا کا جذبہ	۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواہر الرشید

① خدام دین رشتے کروانے کا کام نہ کریں:

میرا معمول ہے اور ہر اس شخص کو یہ معمول بنانا چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ خدمات دینیہ لے رہے ہوں وہ یہ کہ کسی کا رشتہ کروانے میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔ اس کی تین وجوہ ہیں:

❶ قاعدہ ہے:

﴿الاہم فالاہم﴾

دنیا کے لحاظ سے بھی یہ قاعدہ مسلم ہے اور خاص طور پر جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کے کاموں پر لگادیا ان کے لئے تو اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

❷ جو کام کرنا کروانا چاہتے ہیں اس میں بصیرت تامہ اور معلومات کاملہ ہوں۔

❸ آگے چل کر کسی دینی نقصان کا خطرہ نہ ہو۔

اب ان کے تحت اگر کوئی شخص دینی کاموں میں مشغول ہے اور وہ رشتہ وغیرہ کروانے کے کام بھی شروع کردے تو:

❶ اہم کام کو چھوڑ کر غیر اہم کام کرے گا۔

❷ جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہیں ان کو عام طور پر ایسے کاموں میں بصیرت تامہ نہیں ہوتی ؎

تا بدانی ہر کرا یزدان بخواند
از ہمہ کار جہان بے کار ماند

”اللہ تعالیٰ جسے اپنا بنالیتے ہیں وہ دنیا کے کاموں سے بیکار ہو جاتا ہے۔“

اس لئے کہ اس قلب میں دنیا کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ اس کے اگرچہ بہت لوگوں سے تعلقات ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ تعلقات ایک حد تک محدود ہوتے ہیں۔

❸ بے دینی اور غلبۂ فتنہ و فساد کے دور میں شادی کے بعد عموماً زوجین اور ان کے خاندانوں میں طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں تو اپنے مسائل حل کروانے کے لئے زیادہ تر رشتہ کروانے والے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس سے اس کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور فراغ قلب بھی برباد، علاوہ ازیں باہمی اختلاف کی صورت میں رشتہ کروانے والے کو مطعون کیا جاتا ہے۔ بالفرض کسی نے طعنہ نہ بھی دیا تو ایک دوسرے سے کچھ حجاب تو ہوگا ہی، خدمات دینیہ میں مشغول حضرات سے عوام کی بدگمانی ان حضرات سے استفادہ دینیہ میں مخل ہے۔ رشتہ کروانے میں یہ دینی نقصان ہوا۔ اللہ کے بندوں کا حال تو یہ ہوتا ہے ؎

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد
کین دلم از صلحہا ھم می رمد

”نیک وبد کے جھگڑوں میں پڑنے کی کہاں فرصت، یہ دل تو دوستیوں سے بھی دور بھاگتا ہے۔“

② توجہ کا اثر:

مشہور ہے کہ کسی کی توجہ کا اثر پڑنے کا خطرہ ہو تو اپنے شیخ کا تصور کیا جائے۔

بحمد اللہ تعالیٰ مجھے اس کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ میں نے کبھی کسی کی توجہ ہٹانے یا اپنی توجہ بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔ متعلقین کے بارے میں بھی میرا طریقہ یہی ہے کہ ان پر توجہ ڈالنے کی بجائے بس ان کے لئے دعاء کیا کرتا ہوں اور اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتا ہوں۔ اصلاح کا مسنون طریقہ بھی یہی ہے کہ متعلقین کو اطلاع و اتباع کی ہدایت کی جائے اور ان کے لئے دعاء کی جائے۔ میری توجہ کے جو قصے مشہور ہیں ان مواقع میں بھی میں نے قصدًا توجہ نہیں ڈالی تھی۔

③ دینی یا دنیوی ادارے کی اصلاح کا طریقہ:

کسی دینی یا دنیوی ادارہ میں کوئی کام کرتا ہو اور اسے وہاں کوئی ناجائز عمل نظر آئے تو اس کی اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے:

❶ سب سے پہلے تو از خود ہی خوب غور و خوض کرے کہ کہیں اسے کوئی غلط فہمی تو نہیں ہو رہی۔

❷ دوسرے نمبر پر اس کی تأویل تلاش کرے۔

❸ کوئی تأویل بھی سمجھ میں نہ آئے تو ادارے کہ مہتمم سے خلوت میں محبت اور نرمی سے ذکر کرے۔ ایسا کرنے سے یہ فائدے ہوں گے:

① ہو سکتا ہے کہ مہتمم کوئی ایسی وضاحت کرے کہ اس سے اس کا اشکال رفع ہو جائے۔

② مہتمم دلیل سے بات کرے تو شاید معترض کی سمجھ میں بات آجائے۔

③ دونوں جب اجتماعی غور کریں گے، دلائل سے بات کریں گے تو شاید دونوں کا کسی بات پر اتفاق ہو جائے۔

❹ ہو سکتا ہے کہ اجتماعی غور کے بعد بھی اختلاف رائے رہے۔

❺ مہتمم توجہ سے بات سننے کو تیار نہ ہو یا دلائل سے بات کرنے میں اس کا تعنت ظاہر ہو۔

آخری دو صورتوں میں یعنی چوتھی اور پانچویں صورت میں معترض کو چاہئے کہ خاموش رہے کہیں اس کا چرچا نہ کرے اور مہتمم کے لئے دعاء کرتا رہے اور جیسے بھی حالات ہوں ان پر صبر کرے۔

غلط طریقے جن سے اجتناب ضروری ہے:

❶ پانچ صورتیں جو بتائی گئی ہیں انہیں چھوڑ کر مہتمم کی غلطی کو عام مجالس میں اچھالے اور ان کا جابجا تذکرہ کرتا رہے۔

❷ اسی ادارہ میں رہ کر مخالفت اور انتشار کی فضاء پیدا کرے یا اہتمام پر قبضہ جمانا چاہے۔

❸ اس ادارہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے ادارہ میں جاکر کام کرنے لگے۔

❹ اپنا کوئی مستقل ادارہ کھول لے۔

ان میں سے پہلے دو نمبروں کی قباحت تو ظاہر ہے اور نمبر تین کی قباحت یہ ہے کہ جس ادارے میں بھی جائے گا تو کوئی نہ کوئی فساد نظر آئے گا ہوسکتا ہے کہ ادارہ سابقہ کی بنسبت زیادہ فساد نظر آئے۔

عبرت آموز قصہ:

ایک شخص خود میدہ کھاتا تھا اور اپنے غلام کو ان چھنا آٹا کھلاتا تھا، غلام کو یہ تفریق پسند نہ آئی اس لئے اس نے کہا کہ مجھے بیچ دیں، اس نے بیچ دیا تو دوسرا مالک خود ان چھنا آٹا کھاتا تھا اور غلام کو بھوسی کھلاتا تھا، غلام نے اس سے بھی بیچنے کا مطالبہ کیا تو تیسرا مالک ایسا ملا کہ خود بھوسی کھاتا تھا اور غلام کو کچھ بھی نہ کھلاتا تھا، غلام نے اس سے بھی بیچنے کا مطالبہ کیا تو ایسا مالک ملا جو خود کچھ بھی نہ کھاتا تھا اور غلام کا سر مونڈ کر اس پر چراغ رکھتا تھا، غلام اس کے پاس خاموش رہا اس سے بیچنے کا مطالبہ نہ کیا، کسی نے اس سے پوچھا کہ یہاں اس مصیبت میں اتنی مدت رہنے پر کیسے راضی ہوگیا؟ اس نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر اب بھی میں نے بیچنے کا مطالبہ

کیا تو مجھے ایسا مالک خریدے گا جو چراغ کی بتی میری آنکھ میں رکھ کر جلائے گا۔

نمبر چار میں یہ قباحت ہے کہ اپنا کوئی ادارہ کھولے گا تو اس میں بھی اسی جیسے یا اس سے بھی زیادہ فسادات پیدا ہونگے۔

نمبر تین اور چار کی جو قباحت بتارہا ہوں یہ تجارب اور مشاہدات کی بناء پر بتارہا ہوں ان پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دینی خدمات کو بالکل چھوڑ کر بیٹھ جائے گا اور خدمات دینیہ سے بالکل معطل ہوجائے گا اس لئے بہت تاکید سے وصیت کرتا ہوں کہ جو صحیح طریقے بتائے ہیں ان کے مطابق عمل کریں تو ہی کسی دینی خدمت کو انجام دینے کی سعادت حاصل کرسکتے ہیں ورنہ محروم ہوجائیں گے۔

④ سائل عاقل ملنے کی دعاء:

جب کوئی مجھ سے فون پر مسئلہ پوچھتا ہے تو میں یہ دعاء کرتا ہوں:

﴿اللھم قدر لی سائلا عاقلا و وفقنی لاکرام السائل﴾

سائل عاقل مقدر ہونے کی دعاء تو اس لئے کہ جب وہ عاقل ہوگا تو دین کی کوئی نافع بات پوچھے گا اور دین کا ایک مسئلہ سیکھنے پر ایک ہزار رکعات نفل سے زیادہ اجر ملتا ہے تو سکھانے والے کا اجر اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ سو سائل عاقل کی دعاء اس لئے کرتا ہوں کہ میرا بھی فائدہ ہو اور سائل کا بھی، جبکہ بعض لوگ ایسے سوالات پوچھتے ہیں کہ جن میں نہ دین کا کوئی فائدہ نہ دنیا کا، فضول اور لغو سوالات کر کے میرا بھی وقت ضائع کرتے ہیں اور اپنا بھی۔

اس کے علاوہ اس زمانے میں یہ دستور ہوگیا ہے کہ لوگ جن کو عالم یا بزرگ سمجھتے ہیں ان سے بھی اپنی دنیوی مصیبتوں کا مداوا چاہتے ہیں۔ مثلاً:

❶ کسی تکلیف کے ازالہ میں تعاون۔

❷ بعض لوگ تعویذ کے لئے کہتے ہیں تو میں انہیں تعویذ حاصل کرنے کا طریقہ

بتادیتا ہوں۔

③ بعض لوگ مختلف پریشانیوں کے حل کے لئے کوئی وظیفہ پڑھنے کو پوچھتے ہیں تو میں انہیں وعظ "ہر پریشانی کا علاج" پڑھنے کو بتاتا ہوں اور انہیں ترک منکرات کی تبلیغ کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سے بات جلدی ختم ہوجائے اس لئے کہ کوئی دوسرا تو اللہ کے قانون پوچھے گا جبکہ یہ تعویذ اور وظیفہ کی باتیں کر کے میرا وقت ضائع کررہے ہیں۔

④ بعض لوگ دعاء کے لئے کہتے ہیں یہ عقل کی بات ہے مگر ان میں بھی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو دنیا و آخرت کی تمام مصائب سے نجات کا اصل نسخہ یعنی ترک منکرات کی طرف توجہ نہیں دیتے صرف دعائیں کرنے کروانے پر ہی زور رہتا ہے، ایسے لوگوں کی تکلیف کو میں توجہ اور محبت سے سنتا ہوں اور دل سے دعاء کرتا ہوں۔ ان کے خصوصی مقصد کے لئے دعاء کے علاوہ یہ دعاء بھی کرتا ہوں۔

> "اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی ہر مصیبت سے اپنی حفاظت میں رکھیں۔"

اور ساتھ ہی انہیں ترک منکرات کی تبلیغ بھی کرتا ہوں اور وعظ "ہر پریشانی کا علاج" پڑھنے کو بتاتا ہوں۔

⑤ جو لوگ کچھ دینی بات پوچھتے ہیں ان میں سے بعض کا مقصد مسئلہ کی تحقیق نہیں ہوتا بلکہ تعنت اور عناد کی بناء پر پوچھتے ہیں انہیں یوں جواب دیتا ہوں کہ آپ کو جس پر اعتماد ہو اس سے پوچھیں اگر وہ کہے کہ آپ پر اعتماد ہے تو اسے کہا جائے گا کہ مجھے آپ کے اعتماد پر اعتماد نہیں۔

اور دوسرے جملہ "ووفقنی لاکرام السائل" سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق دیں کہ سوال غور سے اور محبت و شفقت سے سنوں اور پھر اطمینان، نرمی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کروں۔

⑤ جہاد کی برکت سے تمام مشکلات کا خاتمہ:

بعض لوگ اپنی حاجات پیش کر کے مالی تعاون کی درخواست کرتے ہیں انہیں یہ جواب دیتا ہوں کہ میرا پورا مال سارے کا سارا جہاد میں لگ رہا ہے آپ بھی جہاد میں لگ جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی سب مشکلات حل ہو جائیں گی۔

⑥ اپنے اور دوسروں کے عیوب کی اصلاح:

جب کوئی کسی کو اس کا عیب بتائے تو اس کو جزاک اللہ کہنا چاہئے۔ شکریہ اداء کرنا چاہئے اور اگر واقعۃً عیب جوئی کرنے والے میں بھی یہی یا اور کوئی خامی ہو تو پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرے کہ واقعۃً یہ عیب اس میں ہے بھی یا نہیں۔ اگر اس میں بھی یہ عیب موجود ہو تو اسی وقت نہ کہے کیونکہ اگر اسی وقت اس کے عیب کی نشاندہی کردی تو وہ سمجھے گا کہ چونکہ میں نے اس کا عیب بتایا ہے اس لئے یہ میرے اندر کیڑے نکال رہا ہے وہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ بحث مباحثہ شروع ہو جائے اور نتیجہ تلخ کلامی تک پہنچے لہٰذا اس وقت تو خاموشی اختیار کرے پھر کسی دوسرے وقت میں نرمی اور محبت سے اسے اس کے عیب کے بارے میں بتادے اور مقصد یہی ہو کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

⑦ علماء واہل افتاء کو اہم ہدایت:

بسا اوقات لوگ کوئی سخت مجبوری بتا کر کوئی ناجائز کام کرنے کی اجازت چاہتے ہیں تو مفتی ہرگز اس کام کو کرنے کی اجازت نہ دے بلکہ سائل کو مسئلہ بتا کر اس سے یہ کہہ دے کہ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی تو کیا آپ اپنی یہ مجبوری بتا کر اس ناجائز کام کے عذاب سے بچ سکتے ہیں؟

⑧ اکابر کے لئے دعائیہ کلمات:

کچھ مدت سے یہ دستور چل پڑا ہے کہ اکابر کے انتقال کے بعد لوگ ان کے لئے "نور اللہ مرقدہ" اور "قدس سرہ" جیسے دعائیہ کلمات کہتے اور لکھتے ہیں۔ میرے خیال میں رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کہنا چاہئے جیسا اوپر سے چلا آرہا ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں:

❶ قرآن مجید میں اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی دعاء منقول ہے جیسے رب ارحمهما كما ربيني صغيرا۔

❷ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے بعد ائمۂ دین، اکابر و مشایخ کے لئے دعائیہ کلمات کا شروع سے یہی دستور رہا ہے اور خود ان سے بھی یہی دعاء ثابت ہے۔ میری زبان یا قلم سے کہیں ایسی کوئی نئی دعاء "نور اللہ مرقدہ" یا "قدس سرہ" ہو گئی ہو تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔

⑨ ذاتی مسائل پوچھنے کا اصول:

مجلس افاضات یومیہ میں کسی نے اپنا کوئی ذاتی مسئلہ پوچھا اس کے جواب میں حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا:

> "اس مجلس میں لوگ بغرض استفادہ آتے ہیں اس میں اگر کوئی ذاتی مسئلہ پوچھتا ہے جس میں دوسروں کا کوئی فائدہ نہیں تو اس سے دوسرے حاضرین کا نقصان ہوتا ہے۔ ذاتی مسئلہ بذریعہ ٹیلیفون پوچھا کریں یا مسائل بتانے کے لئے مقرر وقت میں جو مفتی صاحب بیٹھتے ہیں ان سے معلوم کیا کریں۔"

⑩ مسئلہ بتانا اختیار میں ہے تشفی کرنا اختیار میں نہیں:

کسی عالم نے کہا کہ مجھے حضرت اقدس کی فلاں تحقیق سے تشفی نہیں ہو رہی۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ مسئلہ بتانا ہمارے اختیار میں ہے اور اسی کے ہم مکلف ہیں کسی کی تشفی کرنا ہمارے اختیار میں نہیں اس لئے ہم اس کے مکلف نہیں۔

⑪ غفلت کا علاج:

عرض حال: معمولات اداء کرنے میں بہت غفلت ہو رہی ہے۔ دعاء فرمادیں کہ معمولات اداء ہونے لگیں۔

ارشاد: میں دعاء کرتا ہوں کہ کچھ کھائے بغیر آپ کا پیٹ بھر جایا کرے اس لئے آج ہی سے آپ کھانا پینا چھوڑ دیں۔

⑫ ہمت پیدا کرنے کا نسخہ:

عرض حال: مجلس میں حاضری کو دل چاہتا ہے مگر ہمت نہیں ہوتی۔

ارشاد: وقت مقرر پر آپ چلیں اگر کوئی زبردستی آپ کو پکڑ لے تو مجھے بتائیں۔

⑬ تہجد میں آنکھ نہیں کھلتی:

عرض حال: تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلتی اس کے لئے پڑھنے کو کچھ بتادیں۔

ارشاد: جب آپ کی شادی ہوئی تھی تو اس ڈر سے کہ کہیں ساری رات سوتے میں نہ گزر جائے آپ نے کچھ پڑھنے کو پوچھا تھا؟ ؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن
صبر چون داری ز رب ذوالمنن

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دون
صبر چون داری ز نعم الماھدون

درد محبت پیدا کیجئے ؎

در درون خود بیفزا درد را
تا ببینی سبز و سرخ و زرد را

⑭ بے دینوں کے اعتراض کا جواب:

اللہ تعالیٰ جن علماء سے اپنے دین کی خدمات لیتے ہیں۔ بے دین لوگوں کو ان کے طریق کار اور نظم وغیرہ سے متعلق مختلف اشکالات بلکہ اعتراضات ہوتے ہیں۔ اگر کسی عالم سے کوئی بے دین اس قسم کا کوئی اعتراض کرے تو اسے جواب یوں دیا جائے:

> "اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو علم، جو عقل، جو تجربہ اور جو استطاعت دی ہے ہم اس کے مطابق عمل کررہے ہیں اگر خدانخواستہ آپ کا علم اور آپ کی عقل ہمیں مل جاتی تو ہم آپ کے خیال کے مطابق کام کرتے۔"

⑮ تجسّس حرام ہے:

اگر کسی نے آپ کو کسی کی کوئی بات بتائی ہو پھر جس کی بات ہو اگر وہ آپ سے پوچھے کہ فلاں نے میرے بارے میں آپ سے کوئی بات کہی ہے؟ تو اس کے جواب میں یہ تفصیل ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

اگر سوال کسی ایسی بات کے بارے میں ہے کہ سائل اس کے ضمن میں اپنا کوئی حق بذریعہ عدالت وصول کرسکتا ہو یا اس بات سے لاعلمی کی وجہ سے اس کے

کسی دینی یا دنیوی ضرر کا خطرہ ہو تو اس کا بتانا واجب ہے۔

اور اگر کوئی ایسی بات نہ ہو تو چونکہ اس کے اظہار میں فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے اور انکار کرتا ہے تو جھوٹ کا ارتکاب، اس لئے سائل کو یوں جواب دینا چاہئے کہ تجسّس حرام ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح ہے:

﴿ولا تجسسوا﴾ (۴۹ - ۱۲)

اگر میں آپ کو کچھ بتاتا ہوں تو آپ کے ناجائز سوال میں معین ہونے کی وجہ سے میں بھی گناہ گار ہوں گا۔ علاوہ ازیں اگر میں خلاف واقع اقرار کرلوں تو آپ فوراً تسلیم کرلیں گے اور اگر واقعہ کے مطابق انکار کروں تو آپ تسلیم نہیں کریں گے۔ اس لئے آپ کو جس کے بارے میں شبہہ ہے براہ راست اس سے رابطہ کریں۔ اگر وہ اقرار کرلے تو ایک دوسرے کو معاف کر کے معاملہ کو رفع دفع کرنے کی کوشش کریں اور اگر وہ انکار کرے تو آپ اس سے اپنا ذہن صاف کرلیں ؎

آئین ماست سینہ چون آئینہ داشتن
کفر است در طریقت ما کینہ داشتن

بصورت انکار سائل قسم کا مطالبہ نہیں کرسکتا اس لئے کہ مطالبہ قسم کے جواز کے لئے دو شرطیں ہیں:

① مدعی کسی ایسے حق کا دعویٰ کرے جسے وہ بذریعہ عدالت وصول کرسکتا ہو۔

② مجلس قضاء یعنی حاکم یا جانبین کے مسلم حکم کی مجلس۔

اشکال:

آپ کے جواب سے کہ تجسّس حرام ہے سائل کو بدگمانی ہوگی کہ آپ سے بات ہوئی ہے جسے آپ چھپانے کی کوشش کررہے ہیں۔

جواب:

خطرہ مذکورہ کے باوجود اس میں دو فائدے ہیں:

❶ آپ نے صحیح جواب دے کر اپنا فرض اداء کر دیا اس کے بعد اگر سائل کو بدگمانی ہوتی ہے تو اس کا گناہ اسی پر ہے۔

❷ وہ اپنے گمان کو ثابت کرنے کے لئے آپ کا نام نہیں لے سکے گا۔

اگر سائل نے بلا ثبوت شرعی کسی پر کوئی الزام لگایا تو وہ عدالت میں اپنی توہین کا مقدمہ پیش کر کے سائل کو تعزیر لگوا سکتا ہے۔

ایک سبق آموز قصہ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ نے آپ کو ملازم کی کوئی بات بتائی۔ آپ نے فرمایا میں ملازم کو باہر دروازے کے پاس بلوا لیتا ہوں۔ آپ اندر دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اپنا دعویٰ پیش کریں۔ اگر ملازم نے تسلیم کر لیا تو ٹھیک ورنہ آپ کو اپنا دعویٰ دو گواہوں سے ثابت کرنا پڑے گا۔ اہلیہ نے کہا کہ آپ تو فضیحت کر دیتے ہیں۔

بس قصہ ختم، اگر اس طریق شرعی سے ہٹ کر بات بات پر تجسس و شکایات کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو نص قرآن کی مخالفت کے علاوہ باہم منافرت اور فتن و فسادات کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ واللہ الحفیظ۔

⑯ موت کی خبر لانے والے کے ساتھ معاملہ:

اگر کوئی اپنے کسی عزیز کی موت کی خبر دینے آئے تو اسے بٹھا کر کچھ کھلانے پلانے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ وہ میت کے معاملات میں مشغول اور رنج و غم کی وجہ سے معلوم نہیں کب سے بھوکا پیاسا پھر رہا ہے اور بعد میں بھی دفن سے فارغ

ہو کر گھر پہنچنے تک شاید کچھ کھانے پینے کا موقع نہ ملے۔ اس لئے اسے یہ مصلحت بتا کر تھوڑی دیر بٹھالیا جائے اور اصرار کر کے کچھ کھلانے پلانے کی کوشش کی جائے۔ عیادت اور تعزیت میں کھلانے پلانے کی بدعات خوب کی جاتی ہیں جو عقل و شرع دونوں کے خلاف ہیں اور اس موقع پر کسی کو کچھ کھلانے پلانے کی کوشش کرنا شرعاً و عقلاً بہت ضروری ہے مگر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔

⑰ دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات کا واحد نسخہ:

عرض حال: میں نے غسل صحت کے بعد شکرانے کے طور پر کتاب "استغفار کی ستر دعائیں" مفت تقسیم کیں۔

ارشاد: افسوس آپ کو اب تک اتنی عقل بھی نہیں آئی۔ آج کل کے مسلمانوں نے دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑے بغیر صرف اوراد و وظائف کو سمجھ رکھا ہے۔ اس قسم کی کتابوں کی عام اشاعت سے عوام کے اس عقیدۂ فاسدہ کی اور زیادہ اشاعت ہوتی ہے۔ ایسی کتابوں کی بجائے وعظ "ہر پریشانی کا علاج" یا اور کوئی ایسی کتاب تقسیم کرنی چاہئے جس میں یہ حقیقت سمجھائی گئی ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح اور قطعی فیصلوں کے مطابق دنیا و آخرت کی ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات کا واحد نسخہ صرف یہ ہے کہ ان کی نافرمانیوں سے بچنے بچانے کی کوشش کی جائے اس کے سوا کوئی نسخہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی وظیفہ سے کچھ فائدہ ہوا بھی تو وہ عارضی ہو گا اور چند روز کے لئے استدراج ہو گا۔

⑱ عالم حکم کے لئے طریق کار:

اگر کسی فیصلہ کے لئے کسی عالم کو حکم بنایا جائے تو اسے مدعی سے شاہد اور مدعی

علیہ سے قسم طلب کرنے سے حتی الامکان احتراز کرنا چاہئے۔ قضاء کی بجائے مصالحہ کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرے۔ اگر بطریق قضاء مدعی سے شاہد طلب کئے اور اس نے پیش کردیئے تو مدعی علیہ شاہدوں کی تکذیب کرے گا سب کو بدنام کرے گا اور اگر مدعی کے پاس شاہد نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ نے قسم اٹھالی تو مدعی اس پر جھوٹی قسم اٹھانے کا الزام لگا کر اسے بدنام کرے گا۔ دونوں ایک دوسرے کی تکذیب کریں گے اور اس کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کریں گے تو دونوں میں منافرت بڑھے گی صرف خصمین میں ہی نہیں بلکہ گواہوں میں بھی منافرت بڑھے گی۔

مصالحہ پر تیار کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ جانبین کو ڈرائیں کہ اس سے فساد پھیلے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے خلاف فیصلہ ہوجائے تو آپ کی بدنامی ہوگی۔ مصالحہ ہوجائے تو جانبین کا فائدہ ہوگا۔

مصالحہ کی بجائے قضاء کرنے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ حکم کے بارے میں بدظنی پیدا ہوسکتی ہے جس کے خلاف فیصلہ ہوا وہ اسے جانبداری سے متہم کرے گا۔ بالخصوص اگر حکم عالم ہو تو اس کے بارے میں بدظنی پھیلانے کا اثر صرف اسی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ سب علماء تک متعدی ہوگا، لوگ سارے علماء سے بدگمان ہوں گے جس سے عوام کے دین کا سخت ضرر ہوگا۔

حاکم پر تو جب قطع نزاع کی کوئی صورت نہ ہو تو قضاء فرض ہے۔ علاوہ ازیں اس کے پاس قوت اور عوام کے قلوب میں اس کی عظمت ہونے کی وجہ سے اسے کسی قسم کا کوئی خطرہ بھی نہیں، حاکم کے فیصلہ کے خلاف انتشار پھیلانے پر سزا کا خوف شرارت کرنے سے مانع ہے۔ لیکن عالم پر قضاء فرض نہیں اور دینی و دنیوی خطرات ہیں۔ اس لئے علماء کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

⑲ بڑے کی طرف سے ہدیہ ملنے پر:

کسی بڑے کی طرف سے ہدیہ ملے تو انہیں جزاکم اللہ تعالیٰ نہیں کہنا چاہئے یہ

بظاہر ہدیہ کا عوض معلوم ہوتا ہے جو اکابر کی شان کے خلاف ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہدیہ کو نظر محبت سے دیکھیں چہرے اور زبان سے اظہار مسرت کریں۔ ان کی طرف سے بذریعہ ہدیہ اظہار محبت و اعطاء قرب کی نعمت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرنے کے لئے "الحمدللہ" کہیں اور ان کے اس احسان عظیم کو سوچ کر ان کے اتباع اور ان کے لئے دعاؤں کی زیادہ سے زیادہ کوشش کیا کریں۔ یہ اعطاء مقام و دینی احسان کا مقتضیٰ ہے جس میں ہدیہ کا عوض دینے کی صورت ظاہر نہیں ہوتی۔

(۲۰) ڈاکٹر اور ڈاکو میں فرق:

بعض لوگ میری صاف گوئی سے سمجھتے ہیں کہ میں اپنی تعریف کرتا ہوں۔ میں اپنی تعریف نہیں کرتا بلکہ صحیح طریق اصلاح اور مصنوعی مشائخ کے طرز عمل کی تشریح کرتا ہوں۔ اپنے دینی حالات اور طالبین اصلاح کے ساتھ معاملات کی وضاحت کرتا رہتا ہوں تاکہ کوئی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مجھ سے تعلق رکھنے کے بعد پریشان نہ ہو۔ جو شخص اپنے طریق عمل کو منجانب اللہ دین پر استقامت و تصلب سمجھتا ہو مگر لوگوں کے خوف سے اپنے نظریئے کو چھپائے یا اس پر عمل نہ کرے تو وہ "عبداللہ" نہیں "کلب الدنیا" ہے جو ڈاکٹر مریضوں کی رعایت سے صحیح طریق علاج کو ظاہر نہ کرے یا اس کے مطابق علاج نہ کرے وہ ڈاکٹر نہیں ڈاکو ہے۔

(۲۱) مسئلہ تصور شیخ:

مسئلہ تصور شیخ میں اختلاف ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اختلاف احوال سالکین کے لحاظ سے اس کا حکم مختلف ہے۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ تصور شیخ کو قائم رکھنے کے لئے قصداً اس کی مشق کی جائے۔ اتباع شیخ کا اہتمام رکھنے سے تصور شیخ خود بخود قائم ہو جاتا ہے جس کے محمود ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

(۲۲) شیخ سے موافقت کا طریقہ:

شیخ کے اقوال و اعمال کو پورے غور سے سننے اور دیکھنے کا دائمی معمول بنانے اور ان کے اتباع کا اہتمام رکھنے سے بتدریج احوال باطنہ میں شیخ سے موافقت حاصل ہو جاتی ہے جو بہت بڑی سعادت ہے۔

(۲۳) صحبت شیخ بغرض اصلاح ہو:

صحبت شیخ سے اصلاح اس پر موقوف ہے کہ بنیت اصلاح صحبت شیخ کو اختیار کیا جائے اور اصلاح کی کوشش میں بھی لگا رہے۔ اس نیت اور کوشش کے بغیر کوئی ہزاروں سال بھی صحبت شیخ میں گزار دے تو فائدہ نہیں ہوگا بالکل اسی طرح جیسے بیماری سے نجات کے لئے محض ڈاکٹر سے کوئی رشتہ ہونا کافی نہیں بلکہ دواء کھانا پڑے گی۔ پرہیز کرنا پڑے گا اس کا اہتمام کرے گا تو بیماری سے نجات ہوگی۔ اصل قاعدہ تو یہی ہے مگر کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ویسے بھی برس جاتی ہے ؎

لطف عام تو نمی جوید سند
آفتابت بر حد ثھا می زند

(۲۴) حاجت دنیا کے لئے دعاء:

اگر کوئی مجھ سے امتحان میں کامیابی کی دعاء کے لئے کہتا ہے تو میں یوں دعاء کرتا ہوں:

> "اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں کے امتحان میں اعلیٰ کامیابی عطاء فرمائیں۔"

کوئی صحت کی دعاء کا کہتا ہے تو یوں دعاء کرتا ہوں:

”اللہ تعالیٰ صحت ظاہرہ و باطنہ عطاء فرمائیں۔“

کوئی کسی پریشانی سے نجات کی دعاء کا کہتا ہے تو یوں دعاء کرتا ہوں:

”اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں رحم و کرم کا معاملہ فرمائیں۔
دنیا و آخرت کی ہر پریشانی سے حفاظت فرمائیں۔“

ساتھ ہی یہ تبلیغ بھی کرتا رہتا ہوں کہ ہر پریشانی کا علاج ”ترک منکرات“ ہے۔

(۲۵) پورے دین پر عمل کرنا فرض ہے:

حدیث میں ہے:

”ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین کے سو میں سے ایک حصے پر عمل کرنے والا بھی کامیاب ہوگا۔“

اس کا یہ مطلب نہیں کہ قدرت ہوتے ہوئے بھی ننانوے فیصد پر عمل کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کے فساد کی وجہ سے شریعت کے اکثر احکام پر عمل کرنا ناممکن ہوجائے گا۔ عمل پر قدرت ہی نہ ہوگی۔ اگر قدرت ہوتے ہوئے پورے دین پر عمل نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

(۲۶) بذریعہ اخبار مسائل شرعیہ بتانا:

میرے خیال میں اخباروں اور رسالوں وغیرہ کے ذریعہ مسائل شرعیہ بتانے میں یہ قباحتیں ہیں:

① سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ ہر جاہل مادر زاد مفتی بن کر جواب لکھ رہا ہے اور اگر کوئی صحیح مفتی بھی یہ طریقہ اختیار کرے تو اس میں بھی یہ قباحت ہے کہ اس کے اس عمل سے اس غلط اور گمراہ کن طریقہ کی تایید ہوتی ہے۔

② بعض اوقات جواب سائل کے کچھ مخصوص حالات پر مبنی ہوتا ہے اور عوام

اسے عام سمجھ کر گمراہ ہوتے ہیں۔

③ اگر مسئلہ لکھنے میں غلطی ہوگئی اور پھر دوسرے شمارے میں اس کی اصلاح بھی شائع کردی تو یہ ضروری نہیں کہ جس نے پہلے شمارہ میں غلط مسئلہ پڑھا ہے وہ دوسرا شمارہ بھی پڑھے۔ اگر اس نے دوسرے میں تصحیح نہ پڑھی تو ہمیشہ غلط مسئلہ پر عمل کرتا رہے گا بلکہ دوسروں کو بھی غلط بتاتا رہے گا۔

④ عوام جب بار بار رجوع اور اصلاحات پڑھیں گے تو وہ مفتیان کرام بالخصوص ان مسائل کے شائع کرنے والے سے بدگمان ہوں گے جو امت کی گمراہی کا بہت خطرناک ذریعہ ہے۔ عوام کے دین کی حفاظت علماء اور مفتیان کرام پر اعتماد سے وابستہ ہے۔

یہ اشکالات کتابوں میں شائع ہونے والے مسائل پر نہیں ہوتے۔ اس کی دو وجوہ ہیں:

① یہ ناگزیر ہے اس کے سوا اشاعت دین کا اور کوئی ذریعہ ممکن نہیں۔

② مسائل کی کتابیں صرف ایک مخصوص طبقہ ہی پڑھتا ہے جو معدود بھی ہوتا ہے اور معقول بھی۔ مسائل کے مواقع، تصحیح الاغلاط اور ترجیح الراجح کے حقائق سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔

نئی ایجاد انٹرنیٹ کے ذریعہ مسائل پوچھنا اور بتانا بھی اسی میں داخل ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ مجھے جنگ اخبار والوں نے اسلامی صفحہ کے لئے مسائل لکھنے کو کہا تھا۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ وہ اپنے اخبار میں تصویروں کی اشاعت اور فلموں کے اشتہار دینا چھوڑ دیں تو میں اس پر غور کروں گا۔ اگر وہ یہ وعدہ کر بھی لیتے تو بھی میں یہ سلسلہ ہرگز شروع نہ کرتا اسی قباحت کی وجہ سے جو پہلے بتاچکا ہوں۔ اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لینے کے باوجود میں نے جو شرط لگائی اس سے مقصد انہیں تبلیغ کرنا اور منکرات و فواحش کی اشاعت سے روکنا تھا۔

㉗ علماء سے مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کی درخواست کرنا:

جیسا کہ کسی غیر عالم کے لئے کوئی مسئلہ شرعیہ بتانا یا لکھنا جائز نہیں اسی طرح کسی غیر عالم کا کسی مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کے لئے علماء سے درخواست کرنا یا از خود تحقیقات شرعیہ کے لئے علماء کا اجتماع بلانا جائز نہیں کیونکہ اس سے یہ تأثر پیدا ہوتا ہے کہ اس جاہل میں علماء سے زیادہ امت کا درد اور فکر ہے۔ اجتماع بلانے میں مزید قباحت یہ ہے کہ اجتماع بلانے والا غیر عالم خود کو متبوع اور علماء کو اپنا تابع سمجھتا ہے اور اپنا یہ خیال باطل عوام کے دلوں میں بھی اتارنا چاہتا ہے۔

ایک بار ہمدرد کے حکیم محمد سعید صاحب نے کسی مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کے لئے علماء کا اجتماع رکھا اس میں شرکت کے لئے مجھے بھی دعوت نامہ بھیجا۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا کہ یہ آپ کا کام نہیں آپ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب سے عرض کریں وہ ضرورت سمجھیں گے تو علماء کو بلالیں گے۔ اس کے بعد میں نے یہ قصہ حضرت مفتی صاحب کو بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ حکیم صاحب نے یہ کام مجھ سے پوچھ کر کیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ انہیں اس کی وضاحت کرنا چاہئے تھی بلکہ دعوت نامے خود آپ ہی جاری کرتے۔

㉘ مجاہد اور مقام ولایت:

مجاہد جب جہاد میں جانے کا عزم کرلیتا ہے تو اسی وقت گھر سے نکلنے سے پہلے ہی وہ ولی اللہ بن جاتا ہے اس لئے کہ محبوب کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنے کا عزم بدون ولایت نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد اس مقام کو برقرار رکھنا مجاہد کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی سے بچنے کی کوشش میں لگا رہے تو یہ اس نعمت کا شکر اداء کررہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس نعمت یعنی مقام ولایت میں ترقی عطاء فرمائیں گے اور اگر جہاد میں لگنے کے باوجود نافرمانی سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا تو یہ اتنے بلند

مقام کی ناشکری ہے جس سے یہ مقام سلب ہونے کا خطرہ ہے۔

(۲۹) دین میں وسعت کی حد ہے:

اس زمانے کے کئی مولویوں نے بھی یہ رٹ لگا رکھی ہے کہ زمانے کے حالات کے مطابق دین میں زیادہ سے زیادہ وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ان کا جذبۂ توسیع حدود اللہ سے بھی تجاوز کر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے پیرہن کو بہت وسیع بنایا ہے مگر پھر بھی اس میں صرف اتنی ہی چیزیں سما سکتی ہیں جتنی اس میں گنجائش ہے۔ گنجائش سے زیادہ کوئی چیز گھسیڑنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ پھٹ جائے گا۔ دین کے وسیع تر پیرہن میں گنجائش سے زیادہ وسعت نکالنے کے لئے پیرہن کو چاک کر کے اس میں کچھ گھسیڑنا جائز نہیں، سراسر الحاد ہے۔

(۳۰) بات جلدی آگے پہنچانے کی وجوہ:

فرمایا:

میرا معمول ہے کہ جب کوئی بات کہنے کی ہو تو میں انتظار نہیں کرتا کہ بہت سے لوگ جمع ہوں تو کہوں بلکہ بات آگے پہنچانے میں جلدی کرتا ہوں خواہ ایک دو ہی افراد ہوں۔ اس کی وجوہ یہ ہیں:

❶ ہو سکتا ہے کہ میں وطن چلا جاؤں۔

❷ یہ سننے والے وطن پہنچ جائیں۔

❸ اگر مؤخر کیا تو کہیں بھول ہی نہ جاؤں۔

اس لئے سوچتا ہوں کہ جتنی جلدی ہو سکے بات چلتی کر دوں شاید کسی کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ پھر اگر زندہ رہے تو بڑے مجمع میں بھی دوبارہ وہی بات دہرادوں گا۔ نئے حاضرین کے لئے نیا سبق ہو جائے گا اور جنہوں نے پہلے بھی سن لیا

ہو گا ان کا سبق پکا ہو جائے گا۔

﴿۳۱﴾ محبت کا معیار:

لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور اس کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں اس میں دو سبق ملتے ہیں۔ ایک میرے لئے اور ایک دوسروں کے لئے۔ میرے لئے تو یہ کہ اپنے حالات کا احتساب کرتا رہوں کہ یہ محبت تو صرف اللہ کی خاطر ہے میں اس لائق ہوں یا نہیں؟ اس کی بناء صحیح ہے یا نہیں؟ پھر دعاء بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اچھے گمان کو قبول فرمالیں اور ہم سب کو اپنی مرضی کے مطابق بنالیں۔ دوسروں کے لئے یہ سبق ہے کہ انہیں سوچنا چاہئے کہ یہ محبت کسی دنیوی مقصد کے لئے تو نہیں۔ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اگر اللہ کے لئے ہے تو اپنے اعمال کی اصلاح کریں اصل محبت تو اتباع ہے۔

﴿۳۲﴾ شکر نعمت حاصل کرنے کا نسخہ:

فرمایا:

> ”اپنے سے زیادہ تکلیف میں جو لوگ مبتلا ہوں ان پر نظر کرنے سے شکر نعمت حاصل ہوتا ہے۔“

﴿۳۳﴾ انسانوں کی قسمیں:

دنیا میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں:

❶ اللہ کے نافرمان۔

❷ اقراری مجرم۔

❸ اللہ کے مقرب بندے۔

دنیا میں جب کوئی مصیبت اور پریشانی آتی ہے تو وہ ان سب کے حق میں یکساں نہیں ہوتی بلکہ اس میں یہ تفصیل ہے:

پہلی قسم کے لوگوں کے لئے تو دنیا بھی جہنّم ہے اور آخرت بھی جہنّم۔ ان پر دنیا میں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ ان پر عذاب ہوتی ہے۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو گناہ میں مبتلا تو ہوتے ہیں مگر توبہ کرلیتے ہیں اور خود کو مجرم سمجھتے ہیں۔ ان پر آنے والی مصیبت اور پریشانی ان کے لئے انابت الی اللہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ان میں اصلاح اعمال کی فکر پیدا ہوجاتی ہے۔ ان پر آنے والی مصیبت کفارۂ سیئات ہے۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور توبہ و استغفار بھی کرتے رہتے ہیں، ان پر آنے والی تکلیف درحقیقت ان کے حق میں رحمت ہی رحمت ہے کیونکہ اس تکلیف کی وجہ سے ان کے درجات قرب اور جنت کی نعمتوں میں ترقی ہوتی ہے۔

(۳۴) منکرات کو دیکھنے پر:

عرض حال: حدیث میں ہے کہ کسی گناہ کو دیکھ کر اگر چہرہ سے انقباض ظاہر نہ کیا تو وہ بھی معذب لوگوں میں شامل ہے۔ حدیث میں تو ایسی سخت وعید ہے جبکہ ہم تو لوگوں کو ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا دیکھتے ہیں مگر پھر بھی ان سے بیزار نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ ہنستے بولتے رہتے ہیں۔ اگر ان سے بالکل الگ تھلگ رہیں تو یہ خود کو پارسا سمجھنے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کے مترادف ہے جو سب سے بڑا گناہ ہے۔ آخر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

ارشاد: حتی الامکان حسب موقع نرمی یا گرمی سے نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ بھی جاری رکھیں کہ جیسے ہی کسی گناہ گار پر

نظر پڑے فوراً اس کے لئے ہدایت اور اپنے لئے حفاظت کی دعاء کریں۔ اور اگر نظر پڑتے ہی فوراً اس طرف توجہ نہیں ہوتی تو پھر روزانہ ایک وقت معین کر کے اس میں تمام گناہ گاروں کے لئے دعاء کیا کریں۔ اس سے یہ فائدے حاصل ہوں گے:

❶ آپ نے مسلمان بھائی کا حق اداء کر دیا۔ کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھیں تو آپ پر حق ہے کہ اس کے لئے دعاء کریں۔ کوئی مسلمان گناہوں میں مبتلا ہے اس سے بڑھ کر کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟

❷ آپ میں عجب پیدا نہیں ہو گا۔ کہیں اپنے بارے میں سمجھنے لگیں کہ ہم تو ایسے پارسا ہیں اور یہ گناہ گار ہیں۔ دعاء سے عجب کا علاج ہو گیا اس لئے کہ عطاء مولی کی طرف توجہ ہو گئی۔

❸ دل میں گناہ گاروں سے نفرت اور ان کی تحقیر پیدا نہیں ہو گی۔

❹ دعاء سے گناہوں اور ان کی برائی کا استحضار ہو جائے گا۔ جب دوسروں کو بچانے کے لئے دعاء کریں گے تو لازماً اس کا استحضار ہو گا کہ یہ کام گناہ کے ہیں اور لوگ ان میں مبتلا ہیں۔

اس جامع نسخہ سے سب فوائد حاصل ہو گئے، دل بیدار ہو گیا، برائی کا استحضار ہو گیا، ورنہ گناہوں کو دیکھتے دیکھتے دل مسخ ہو جاتا ہے اور گناہ کی برائی کا خیال تک نہیں آتا، مسلمان سے نفرت بھی نہ ہوئی اور اس کا حق بھی اداء ہو گیا۔

۳۵ غصہ بہت خطرناک گناہ ہے:

تمام گناہ ندامت کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ گناہ بھی کر رہا ہے اور عین گناہ کی حالت میں ندامت بھی طاری ہے جس نے گناہ کی لذت کو کرکرا کر دیا۔ جن لوگوں کو خوف آخرت ہے وہ اگر نفس و شیطان کے بہکانے سے، نفسانی تقاضوں سے کبھی گناہ میں مبتلا ہو بھی جائیں تو ان کو گناہ کی لذت نہیں آتی بلکہ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ مگر غصہ اتنا برا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ ندامت جمع ہو ہی نہیں سکتی۔ غصہ

اور ندامت دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ غصہ میں ایک اور بہت بڑا فساد یہ ہے کہ غصہ کی بے ہوشی میں بسا اوقات انسان بڑے سے بڑا گناہ بھی کر بیٹھتا ہے، غصہ بہت خطرناک گناہ ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے انسان میں غصہ کی صفت رکھی ہے اللہ کے دشمنوں پر جھپٹنے کے لئے مگر آج کے مسلمانوں نے باہم ایک دوسرے پر جاری کرنا شروع کردیا اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے سے ڈرتے ہیں۔

۳۶ مدارس میں افتتاح واختتام کی رسم:

یہ دستور عام ہوگیا ہے کہ جب بھی کسی نئے مدرسہ کا افتتاح ہوتا ہے اور پرانے مدارس و جامعات وغیرہ میں جب نئے سال پر اسباق شروع ہوتے ہیں تو افتتاحی جلسہ منعقد کیا جاتا ہے اور کسی بڑے عالم سے اسباق کا افتتاح کروایا جاتا ہے۔ اس رسم کا اتنا زیادہ التزام ہونے لگا ہے کہ حد بدعت تک پہنچنے کا خطرہ ہے۔

دنیا میں جتنی بدعات ہیں سب کی ابتداء یوں ہی ہوئی ہے کہ ابتداء میں لوگ اسے ضروری نہیں سمجھتے بس کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی کام کرلیا۔ جیسے بچوں کی بسم اللہ کی رسم ہے۔ یہ رسم لوگوں نے اس مصلحت سے شروع کی کہ بچے کی کچھ دلجوئی ہوجائے گی۔ تعلیم قرآن کا شوق پیدا ہوگا۔ چند خاص خاص لوگوں کو بلا لیا اور چونکہ خوشی کا موقع ہے تو چلئے کچھ مٹھائی وغیرہ بھی کھلادی جائے اور یہ کہ کسی بزرگ سے ”بسم اللہ“ پڑھوا دی جائے تو برکت ہوگی اور بچہ کو ہدایت ہوجائے گی آگے پڑھنا آسان ہوجائے گا۔ ان لوگوں نے جب یہ رسم شروع کی ہوگی تو وہ یہ تھوڑا ہی سوچتے ہوں گے کہ یہ کچھ عرصہ میں اتنی بڑی بدعت بن جائے گی لیکن نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ اسی طرح جب بچے کا قرآن ختم ہوتا ہے تو ”آمین“ کی رسم کرتے ہیں۔ بچے کے استاذ کو بلایا جاتا ہے اور وہ قاری جی صاحب بلکہ قاری تو کیا ہوتا ہوگا بس اندھوں میں کانا راجہ والی مثال ہے۔ ورنہ جو صحیح معنوں میں

مولوی اور قاری ہوتے ہیں وہ اس قسم کی بدعات و خرافات میں شریک نہیں ہوا کرتے۔ وہ استاذ شعر پڑھتا ہے۔ شعر تو بہت ہیں لیکن کام کا شعر مجھے یاد رہ گیا۔ استاذ کہتا ہے ؎

کچھ کھانڈ کچھ چھوہارے آگے رکھو ہمارے
شاگرد کھاویں سارے سبحان من یرانی

اس کے بعد بچے اور سب اہل مجلس کہتے ہیں۔ "آمین"۔ واللہ اعلم آمین کی کتاب میں واقعۃً یہ شعر ہے یا کسی ظریف نے گھڑ کر لگادیا ہے۔ خواہ وہ افتتاح کی رسم ہو یا اختتام کی ساری بدعات بن کر رہ گئیں۔

جب میرے بچوں نے کتابیں پڑھنا شروع کیں تو ان کے استاذ نے مجھ سے کہا کہ ان کی کتاب کا افتتاح آپ کروادیں۔ میں نے اس بدعت کو ختم کرنے کے لئے ان سے کہا کہ میں نہیں کروں گا افتتاح بھی آپ کروائیں اور اختتام بھی، سب کچھ آپ ہی کے ذمہ ہے۔

جب میرے پہلے بچے نے قرآن مجید حفظ کیا تو میں اتنا خوش تھا کہ ہر وقت سرور کا خمار دل و دماغ پر چھایا رہتا تھا۔ ہر وقت بہت عجیب سکر کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایسا سکر کہ ؏

پہنچتی اپنی نظریں سکر میں تا لامکاں دیکھیں

اس دولت کے مقابلہ میں ساری دنیا ہیچ در ہیچ نظر آرہی تھی، سوچتا تھا کہ اس دولت کے مقابلہ میں پوری دنیا سامنے آجائے تو اسے ٹھکرا کر مزا لوں۔ دنیا مجسمہ کی صورت میں آئے تو اس کے منہ پر ایسا زور دار ٹھڈا لگاؤں کہ جبڑا ٹوٹ جائے اور پیچھے کو گرے تو سر بھی پھوٹ جائے۔ اس سے ایسا مزا آئے کہ اس پر دنیا بھر کی لذتیں قربان ؎

دعینی عنک یا سعدی دعینی
وبینی عن فؤادی ثم بینی

وما سرت یدای بجید خود
وما دل الخرائد یزدھینی

لیکن اس کے باوجود میں نے کوئی تقریب نہیں کی۔ بعد میں کسی نے کہا کہ آپ نے نقدی کی صورت میں تو صدقہ کیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ اگر اتنی وسعت ہوتی تو میں اتنی مقدار اپنی تنخواہ سے کم کردیتا۔ اس زمانے میں میں تنخواہ لیا کرتا تھا۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مالی وسعت عطاء فرمائی تو میں نے حساب لگا کر ان مدارس میں اتنی رقم جمع کروائی جو میں اس وقت مجبورًا خدمات دینیہ کے عوض لیتا رہا تھا۔ پھر صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وقتاً فوقتاً مزید عطیات بھیجتا رہا جن کا مجموعہ اصل رقم سے کئی گنا زیادہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح مدارس میں افتتاح و اختتام کے موقع پر بیان کی رسم کو لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس سے نصیحت کوئی بھی حاصل نہیں کرتا بس رسم برائے رسم کررہے ہیں۔ اگر کوئی عالم یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس موقع پر جاکر اس رسم کی اصلاح کی کوشش کرے گا تو شاید لوگوں کو ہدایت ہوجائے تو انہیں جانا چاہئے۔ اس کی حقیقت خوب کھول کر بیان کرے۔ جب شیطان کے بندے اپنا کام کئے جارہے ہیں تو رحمٰن کے بندے اپنا کام کیوں چھوڑیں۔ کہتے رہیں، کہتے رہیں۔

﴿وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین﴾ (۵۱-۵۵)

آپ نصیحت کرتے چلے جائیں۔ اس لئے کہ نصیحت مؤمنین کو فائدہ کرتی ہے۔

فرمایا: ان الذکری بلاشبہہ نصیحت مؤمنین کو فائدہ کرے گی لیکن نصیحت کا اثر ہونے کی دو شرطیں ہیں:

① کہنے والا اخلاص سے کہے۔
② سننے والے عمل کی نیت سے سنیں۔

اگر یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو نصیحت ضرور اثر کرے گی۔

۳۷ مدرسہ کا ماحول بہتر رکھنے کا ایک اہم اصول:

مدرسہ میں کوئی دو شخص، دو استاذ یا دو طالب علم یا استاذ اور طالب علم آپس میں خصوصی تعلق نہ رکھیں سب برابر رہیں اس لئے کہ جہاں دو مل کر بیٹھیں گے۔ خصوصی تعلق قائم کریں گے وہیں فتنہ پیدا ہوگا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک استاذ اکیلا ہو تو کان دبائے رکھتا ہے جہاں دو استاذ جمع ہوئے آپس میں دوستی رکھی تو بس کان کھڑے کرلیتے ہیں۔

اسی طرح طلبہ کے لئے آپس میں پوچھنے کا، تکرار وغیرہ کا تعلق رکھنا تو صحیح ہے لیکن جہاں دو طالب علم اکٹھے بیٹھ کر سرگوشیاں کرنے لگے اور ادھر ادھر دیکھ بھی رہے ہیں یا استاذ کسی طالب علم پر قبضہ کرلیتا ہے اور اسے پاس بٹھا کر باتیں کرتا رہتا ہے اور جہاں کوئی دوسرا آیا تو کچھ اشارہ وغیرہ کردیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ شرارت ہے یہاں کوئی فتنہ موجود ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ کام کی باتیں مجھے یاد رہتی ہیں۔ ایک مولانا صاحب کا قصہ ہے کہ وہ اپنی بہوؤں کو اکٹھا نہیں ہونے دیتے تھے۔ جہاں دیکھا کہ دو بیٹوں کی بیویاں ایک ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں اور کوئی تیسرا ان کے درمیان نہیں تو فوراً کہتے کہ یہ کوئی فتنہ مچائیں گی۔ اپنے خسر اور خسری کے خلاف محاذ بنائیں گی۔ پابندی لگادی کہ خبردار! کبھی کسی کو اکھٹا بیٹھے نہ دیکھوں۔

مدرسہ کے مہتمم کو چاہئے کہ مدرسہ کے ماحول کو بہتر رکھنے کے لئے اس امر کا خاص خیال رکھے۔

۳۸ طلبہ کو اہم وصیت:

جو لوگ علم دین حاصل کررہے ہیں انہیں خصوصی وصیت کرتا ہوں کہ صبح کو بیدار ہوتے ہی یہ عہد کیا کریں کہ آج کے دن جو کچھ پڑھیں گے عمل کی نیت سے

پڑھیں گے۔ اس کام میں صرف چند سیکنڈ صرف ہوں گے۔ پھر دن بھر میں جب بھی پڑھنے بیٹھیں اس عہد کا استحضار کریں اور رات کو سوتے وقت دن بھر کا محاسبہ کریں کہ آج جو کچھ پڑھا اس پر عمل کرنے کا اہتمام کیا یا غفلت میں وقت گزار دیا۔ پڑھنے سے مقصد عمل ہے۔ اگر عمل نہیں کرتے تو پھر کیوں پڑھتے ہیں؟ اگر یہ مقصد ہے کہ مولانا بن جائیں گے لوگوں میں اعزاز حاصل ہوگا تو آج کل تو حال یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بھنگی کی عزت مولوی سے زیادہ ہے۔ بھنگی کو اتنا برا نہیں سمجھتے جتنا مولوی کو برا سمجھتے ہیں اور اگر کسی کا مقصد یہ ہو کہ مولوی بن کر مال کمائیں گے، یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ بھنگی روزانہ جتنا کما لیتا ہے مولوی اتنا نہیں کما سکتا۔ ایک بار حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کورنگی میں کسی موقع پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہاں دارالعلوم میں کام کرنے والے کاشتکار کے بیل کی یومیہ اجرت ہمارے شیخ الحدیث کی یومیہ اجرت سے زیادہ ہے۔"

دنیائے مردار کا حال تو یہ ہے کہ یہاں ذلیل سے ذلیل کام کرنے والے کو مال بھی ملتا ہے اور عزت بھی۔ اس لئے دنیائے مردار کو مقصود نہ بنائیں بلکہ مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کی رضا حاصل ہو جائے۔ آخرت کی عزت مل جائے۔ آخرت کی نعمتیں مل جائیں۔ جب علماء اپنا مقصد یہ بنالیں گے تو پھر ان میں عمل کی فکر پیدا ہو جائے گی اور اگر یہ مقصد نہ بنایا تو پھر کیا ہوتا ہے کہ عمریں گزر جاتی ہیں پڑھتے پڑھاتے مگر آسان سے آسان مسئلہ پر بھی عمل نہیں کرتے۔

۳۹ ایک دوسرے کی [illegible] کا معمول بنائیں:

انسان کو اپنی غلطیاں اور کوتاہیاں عام طور پر نظر نہیں آتیں۔ اس لئے ارشاد ربانی:

﴿وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر﴾ پر عمل کرتے ہوئے جب دوسروں کی غلطیاں نظر آئیں تو محبت اور نرمی سے بتانے کا معمول بنائیں۔ اس سے دو فائدے ہوں گے:

❶ اس شخص کی اصلاح ہوجائے گی۔

❷ جب دوسرے کا عیب بتائے گا تو اپنے بارے میں بھی سوچے گا کہ کہیں یہ خرابی میرے اندر تو نہیں، اس طرح اس کا اپنا بھی محاسبہ اور اصلاح ہوتی رہے گی۔

اس کے علاوہ ایک دوسرے سے یہ کہا کریں کہ میرے اندر آپ کو کوئی عیب نظر آئے یا میری کوئی بات آپ کو ناگوار ہو تو مجھے بتایا کریں۔ آپ کے تین بار کہنے کے باوجود اگر میری اصلاح نہ ہو تو میرے شیخ کو میری اس خامی کی اطلاع کردیں۔

(۴۰) سلام پھیرنے کے بعد امام کس طرف رخ کرے:

بعض ائمہ مساجد نماز سے فارغ ہونے کے بعد تیامن یعنی دائیں طرف مڑکر بیٹھنے کو مسنون سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال درست نہیں مقتدیوں کی طرف رخ کرکے بیٹھنا چاہئے۔ اس کی تفصیل رسالہ ”انصراف الامام الی جهة الانام“ احسن الفتاویٰ جلد۳ میں ہے۔

(۴۱) استاذ سے محبت اور اس کی خدمت ضروری ہے:

استاذ کے ساتھ عقیدت و محبت اور احترام کا جو تعلق ہونا چاہئے وہ آج کل بہت کم بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ جس طرح سالک کے لئے مرشد کی محبت کامیابی کی کلید ہے۔ اسی طرح شاگرد کے لئے استاذ کی خدمت اور محبت کامیابی کی کلید ہے۔ اس کے بارے میں تین قصے سن لیجئے:

❶ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کیسے پڑھتے تھے آپ کی سوانح میں لکھا ہے کہ

آپ استاذ کے دروازے پر بیٹھے رہتے اور استاذ کے گھر کے وہ کام جن کا تعلّق بازار سے ہوتا تھا آپ کیا کرتے تھے۔ اس کی تصریح ہے کہ روئی دھنکوا کر اور رزائیاں بھروا کر لایا کرتے تھے۔ استاذ سے کبھی یہ عرض نہیں کیا کرتے تھے کہ سبق پڑھادیں۔ جب استاذ چاہتے پڑھادیتے۔ یہ تھا حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ۔ پھر استاذ کی خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کتنا بلند مقام عطاء فرمایا۔ اگر ہوتا کوئی آج کل کا طالب علم وہ تو شاید ایک دن بھی نہ ٹھہرتا کہ یہ استاذ تو پڑھاتا ہی نہیں کام ہی کرواتا رہتا ہے۔ کبھی روئی دھنکوانے بھیج دیتا ہے۔ کبھی رزائیاں بھروانے بھیج دیتا ہے۔ اس کے پاس رہنے سے تو اچھا ہے کہ کسی جامعہ میں جاکر پڑھا جائے۔

❷ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کے کسی استاذ نے غالباً حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح مسلم کے سبق کے دوران یہ قصہ بتایا تھا:

> ”حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی استعداد کچھ اتنی بلند نہیں تھی بہت معمولی استعداد تھی مگر کام کیسے بنا؟ سبق کے دوران جب تمام طلبہ کتاب کی طرف دیکھتے تھے تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت استاذ کا چہرہ دیکھتے ان کے لئے وہی کتاب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے انہیں شیخ الہند بنادیا۔“

لوگوں نے تو شیخ الہند کا لقب دیا اس کی بجائے شیخ العالم کہنا چاہئے۔ یہ مقام کیسے ملا؟ صرف استاذ کے ساتھ محبت، عقیدت اور عظمت کی وجہ سے۔ وہ طلبہ جو کتاب دیکھتے تھے بڑی بڑی استعدادوں والے ان سے اللہ نے کام نہیں لیا انہیں کوئی جانتا بھی نہیں اور شیخ کا چہرہ دیکھنے والے کو اتنا نوازا کہ شیخ العالم بنادیا۔

❸ ہمارے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنوٹ ہندو استاذ سے سیکھا۔ ہندوؤں کو مارنے کے لئے ہندو استاذ سے ہی کمال حاصل کیا، وہ ہندو اس فن میں بہت ماہر تھا۔ حضرت

رحمہ اللہ تعالیٰ جب اس کے پاس بنوٹ سیکھنے جاتے تو علی الصباح فجر کی نماز سے پہلے جاکر اس کی بھینس کے نیچے سے گوبر صاف کرتے تھے۔ زمین خوب اچھی طرح صاف کر کے خشک مٹی ڈال کر زمین کو خشک کرتے تھے۔ پھر بھینس کے لئے سانی بناتے، سانی کھلی اور بنولے کو ملا کر بنائی جاتی ہے۔ اس کے بعد فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ ہندو استاذ اور پھر اس سے صحیح بخاری کا سبق نہیں پڑھتے تھے بنوٹ سیکھتے تھے۔ استاذ کی خدمت کا اثر یہ ہوا کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنوٹ میں وہ کمال حاصل کیا کہ اس ہندو کے بڑے بڑے پرانے شاگرد وہ کمال حاصل نہیں کر سکے۔ ہدایت کے لئے تو یہ تین قصے بھی بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔

(۴۲) نام مفرد ہونا چاہئے:

غیر عرب میں یہ رواج ہے کہ نام مرکب رکھتے ہیں۔ مرکب نام رکھنے میں یہ قبائح ہیں:

❶ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ مفرد نام رکھا کرتے تھے اس لئے مرکب نام رکھنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔

❷ شرعی، عقلی اور عمومی قاعدہ ہے کہ نام مختصر ہونا چاہئے۔ نام کو بار بار پکارنے اور لکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے ضرورت کا تقاضا ہے کہ نام مختصر ہو۔ اگر مرکب نام ہو تو بھی سہولت کے لئے لوگ اسے مختصر کردیتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی کا نام ہے سعید احمد تو لوگ اسے صرف سعید ہی کہیں گے۔

❸ پاکستان کے سوا پوری دنیا میں ہی یہ دستور ہوگیا ہے کہ پاسپورٹ وغیرہ پر پہلے اپنا نام پھر والد کا اور اس کے بعد دادا کا نام لکھا جائے۔ اس قاعدہ کے مطابق اگر کسی نے اپنا نام محمد حکیم شاہ لکھا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ محمد اس کا نام ہے۔ حکیم اس کے والد کا اور شاہ اس کے دادا کا نام ہے، ھ جب یہ آگے اپنے والد کا نام لکھے گا تو

وہ لوگ یہ پوچھیں گے کہ تین سے زیادہ لکھنے کی تو اجازت نہیں یہ اتنے سارے نام کیوں لکھے۔

اس لئے نام مفرد اور مختصر ہونا چاہئے۔ البتہ اپنے نام کے ساتھ والد کا نام لگانا چاہئے تاکہ تشخص اور امتیاز میں آسانی ہو۔ اگر ایک ہی نام کے کئی لوگ ہوں تو والد کے نام سے امتیاز ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ نام کے معنی اچھے ہونے چاہئیں۔

(۴۳) مسئلہ مستند عالم سے پوچھا کریں:

جب بھی کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو کسی مستند عالم سے پوچھا کریں۔ اس بارے میں لوگ عام طور پر بہت لاپروا ہوتے ہیں ایک تو مسائل پوچھنے کا رجحان ہی بہت کم ہے اور اگر پوچھیں گے بھی تو یہ نہیں دیکھتے کہ جس سے مسئلہ پوچھ رہے ہیں وہ مسائل جانتا بھی ہے یا نہیں۔ دنیا کے معاملات میں تو آج کا مسلمان بہت ہوشیار ہے۔ خوب جانتا ہے کہ کون سا کام کہاں ہوگا۔ اگر بیمار ہوجائیں تو بڑے سے بڑے اسپیشلسٹ کے پاس بھاگتے ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک دین ایسا بے وقعت ہوگیا ہے کہ اول تو اللہ کے قوانین جاننے سے انہیں کوئی دلچسپی ہی نہیں اور اگر پوچھیں گے تو کسی مستند عالم سے رابطہ کرنا انہیں بہت دشوار لگتا ہے۔ بس جو بھی آسانی سے مل سکے اسی سے مسئلہ پوچھ لیتے ہیں۔ خواہ بتانے والے کو مسئلہ معلوم ہو یا نہ ہو پھر بتانے والے بھی ایسے نالائق کہ عوام کو یہ نہیں بتاتے کہ انہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں اس میں وہ اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں۔

(۴۴) فٹ بال شیطانی کھیل ہے:

گیند یا فٹ بال شیطانی کھیل ہے۔ اس میں اگرچہ ورزش ہے مگر فسادات ورزش کی بنسبت کئی گنا زیادہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿و اثمهما اکبر من نفعهما﴾ (۲ - ۲۱۹)

میں داخل ہے۔ اس کی تفصیل احسن الفتاوی جلد نمبر۸ میں دیکھیں۔

۴۵ اللہ کا خوف دین پر استقامت کا ذریعہ:

﴿و ان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدهم شیئا﴾

(۳ - ۱۲۰)

صبر کے لغوی معنی ہیں۔ استقامت اور یہ عام ہے خواہ یہ مضبوطی اور استقامت انسانی دشمنوں کے مقابلہ میں ہو یا شیطانی دشمنوں کے مقابلہ میں ہو یا نفس کے مقابلہ میں ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر پوری استقامت رہے۔ اللہ تعالیٰ کی حدود پر اس طرح قائم رہے کہ دنیا کی کوئی قوت، کوئی خوف، کوئی طمع، کوئی تعلق، کوئی مصلحت کوئی حکمت اللہ کے حکم پر قائم رہنے میں بال برابر بھی تزلزل پیدا نہ کرسکے۔ ایسی استقامت حاصل ہوجائے تو اس کا اثر یہ بیان فرماتے ہیں:

﴿لا یضرکم کیدهم شیئا﴾

کفار کی کوئی تدبیر تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی۔ "شیئا" میں تنوین تقلیل کے لئے ہے کہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ بنیاد یہ ہے کہ اللہ کے احکام پر قائم رہو۔ اس کے بعد احکام پر استقامت کا نسخہ عطاء فرمارہے ہیں:

﴿و تتقوا﴾

دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرو، جب دل میں اللہ کا خوف ہوگا تو انسان دنیا میں کسی طاقت سے نہ ڈرے گا نہ ہی گھبرائے گا کوئی چیز اس پر اثر نہیں کرے گی۔ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں مصلحت اور حکمت وہ لوگ سوچتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں۔ دلوں میں اللہ کا خوف بٹھاؤ تو استقامت نصیب ہوگی اور جب

دین پر استقامت حاصل ہو جائے گی تو دشمنوں پر فتح و نصرت حاصل ہو جائے گی۔

(۴۶) کامیابی کا مدار اتباع شیخ پر ہے:

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ کے ہاتھ چوم لو، ہدیہ دے دو، دعوت کر دو اور شیخ سے کچھ تبرک حاصل کر لو تو بس یہ چیزیں نجات کے لئے کافی ہیں۔ خوب سمجھ لیں ان چیزوں سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ شیخ کا کامل اتباع نہیں کریں گے اور اگر ہاتھ پاؤں کبھی بھی نہیں چومتے لیکن اتباع کرتے ہیں تو کام بن جائے گا کیونکہ کامیابی کا مدار اتباع شیخ پر ہے۔

(۴۷) دواء کے بارے میں عقیدہ:

جب کسی دواء کی تعریف سنیں تو دواء پر اعتماد نہ کریں بلکہ اللہ پر نظر رکھیں۔ اللہ چاہے تو بڑی اکسیر سے اکسیر دواء سے اثر سلب کر لے اور چاہے تو خاک میں اثر ڈال دے۔ سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

(۴۸) جواب واضح ہونا چاہئے:

جب بھی کوئی شخص آپ سے کچھ پوچھے یا بتائے تو بلند آواز سے واضح جواب دیا کریں اور اگر زبان سے جواب نہ دیں تو سر کو نفی یا اثبات میں واضح طور پر ہلائیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان سے کچھ بات کی جائے تو سن کر خاموش ہو جاتے ہیں جس سے بات کرنے والے کو یہ پتا نہیں چلتا کہ مخاطب نے سن بھی لیا یا نہیں اور اگر سن لیا ہے تو بات سمجھا یا نہیں۔ اس لئے جواب اس طرح دیں کہ بات کرنے والے کو اطمینان ہو جائے۔

خانقاہ تھانہ بھون میں یہ قانون تھا کہ جو بھی وہاں حاضر ہو تو از خود تین سوالوں

"بُجّو" کے معنی:

سندھ اور اس سے ملحقہ حصۂ پنجاب میں کسی کی تذلیل کے لئے یہ عمل کیا جاتا ہے کہ جسے ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے منہ کی طرف بازو پھیلا کر تمام انگلیاں کھول کر ایک خاص انداز سے ہتھیلی کا رخ اس کی طرف کرتے ہیں۔ اسے "بجو دینا" کہتے ہیں۔ ان کے عرف میں اسے بہت بڑی بے عزتی سمجھا جاتا ہے۔

(۵۱) ذکر اللہ کو کسی دوسری چیز کا ذریعہ بنانا جائز نہیں:

بہت سے لوگ گھروں میں مقامات مقدسہ کے نقشے اور آیات قرآنیہ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کے کتبے لگاتے ہیں۔ اس میں دو خرابیاں ہیں:

(ا) لوگوں کا عقیدہ یہ ہوچکا ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے اللہ کی نافرمانیاں چھوڑنے کی ضرورت نہیں بس یہی تدبیریں کافی ہیں۔ ایک بار ایک شخص کے مکان میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ویسے تو میرا معمول ہے کہ کسی بھی مکان میں داخل ہونے سے پہلے اس کے چاروں طرف نظر دوڑا لیتا ہوں۔ کہیں اس میں کوئی ایسی چیز تو نہیں جو اللہ کے عذاب اور اس کی لعنت کا سبب ہو۔ اگر ایسی چیز ہو تو پہلے اس کو ہٹوا دیتا ہوں پھر اندر جاتا ہوں لیکن اس مکان میں جاتے ہوئے یہ خیال نہ رہا جب اندر گیا تو دیکھا کمرے میں ایک جانب بیت اللہ کا نقشہ لٹکا ہوا ہے اور دوسری جانب تصویریں لٹکی ہوئی ہیں۔ میں نے صاحب مکان سے کہا کہ آپ کشتی دیکھنے کے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں مجھے تو ایسا کوئی شوق نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں نہیں آپ تو بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔ جب کئی بار یہ بات دھرائی اور وہ ہر بار انکار ہی کرتے رہے تو میں نے کہا کہ دیکھئے ایک طرف تو آپ نے لعنت اور عذاب کے فرشتوں کو دعوت دے رکھی ہے اور دوسری جانب رحمت کے

فرشتے بھی بلا رکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو لڑا کر کشتی دیکھنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر انہوں نے تصویریں ہٹادیں۔ یہ کشتی لڑانے والی بات تو میں نے مزاحاً کہہ دی تھی ورنہ جہاں ایک بھی تصویر ہو وہاں رحمت کا ایک فرشتہ بھی نہیں آتا۔

❷ ایسی چیزیں لٹکانے سے ان کا مقصد زینت ہوتا ہے جس میں ان مقامات مقدسہ اور کلمات مبارکہ کی توہین ہے کہ ان سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے انہیں زیب و زینت کا سامان بنا رکھا ہے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ذکر اللہ کو کسی دوسری چیز حتیٰ کہ کسی دوسری عبادت کا ذریعہ بنانا بھی جائز نہیں۔ مثلاً کوئی شخص مجلس میں آئے اور لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے بلند آواز سے ”اللہ اکبر“ کہے یا کوئی واعظ دوران وعظ لوگوں میں مزید نشاط پیدا کرنے اور غفلت زائل کرنے کے لئے درود شریف پڑھنے کو کہے یہ طریقے ناجائز ہیں۔ البتہ اذان اور اقامت کو تو شریعت نے اسی لئے موضوع کیا ہے، سو جب ذکر اللہ کو کسی عبادت کا ذریعہ بنانا جائز نہیں تو زیب و زینت کا ذریعہ بنانا کیسے جائز ہوگا۔

(۵۲) مکارم اخلاق:

ایک مجاہد کو مال غنیمت میں کوٹ ملا انہوں نے وہ کوٹ مجھے ہدیہ دینا چاہا۔ کئی لحاظ سے اس کی بہت اہمیت ہے۔ یہ کوٹ کس کا تھا؟ کہاں سے ملا؟ اور کیسے ملا؟ ان تینوں چیزوں کے پیش نظر میں نے سمجھا کہ یہ تو بہت ہی مبارک ہے اور یادگار کے طور پر رکھنے کی چیز ہے اس لئے میں نے ہدیہ قبول کرلیا کہ ایک دو بار تو برکت کے لئے پہنوں گا بعد میں اگر نہیں بھی پہنا تو متبرک سمجھ کر اسے بطور یادگار رکھوں گا۔ اس کوٹ کی چین خراب تھی۔ چین بدلنے کے لئے اپنے متعلقین میں سے چمڑے کی مصنوعات بنانے کے کارخانے میں بھیج دیا وہ جب اس کی چین بدل کر لائے تو دیکھا کہ الٹی لگائی ہوئی تھی یعنی دائیں جانب کا حصہ بائیں جانب اور بائیں جانب کا

کے جواب دے ایک یہ کہ نام کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ کہاں سے آئے ہیں؟ اور تیسرا یہ کہ کام کیا ہے؟ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں یہ قانون ختم فرمادیا تھا۔ دیوبند سے دو تین ساتھی میرے ساتھ خانقاہ میں گئے میں نے انہیں راستے میں اس قانون کے بارے میں سمجھادیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت کے سامنے جاکر بیٹھے اور بہت آہستہ آواز سے ان سوالات کے جواب دینے لگے۔ حضرت نے فرمایا زور سے بولو۔ وہ پھر بھی آہستہ ہی بولے تو فرمایا جاؤ۔ اتنے منٹ مسجد میں بیٹھ کر آؤ۔ جب دوسرے کی باری آئی تو وہ بھی بہت آہستہ آواز سے بولے "دیوبند سے آیا ہوں"۔ حضرت نے فرمایا زور سے بولو انہوں نے پھر آہستہ جواب دیا۔ پھر فرمایا زور سے بولو تو وہ تھوڑا سا آگے کو جھک کر بولے دیوبند سے آیا ہوں۔ فرمایا رکوع تو کردیا سجدہ بھی کردو۔ پھر فرمایا کہ ذرا سی زبان نہیں ہلاسکتے۔ پورا جسم ہلانے کی مشقت برداشت کررہے ہو۔ زور سے نہیں کہہ سکتے۔ پھران سے بھی فرمایا: جاؤ اتنے منٹ مسجد میں بیٹھ کر آؤ۔ پھر فرمایا لوگوں نے ادب اس کو سمجھ رکھا ہے کہ بزرگوں کے سامنے اتنی آہستہ آواز سے بولو کہ انہیں مشکل سے سنائی دے حالانکہ ادب کی حقیقت یہ ہے کہ آپ جس کا ادب کرنا چاہتے ہیں اسے آپ کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اتنے آہستہ بولیں گے تو سننے والے کو تکلیف ہوگی، پھر فرمایا: لوگ مجھے کہتے ہیں کہ بہت سخت ہے۔ بہت سخت ہے۔ بانگ دے رہا ہوں زور سے بولو! زور سے بولو! پھر بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہورہا۔

وہاں تنبیہ کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ چند منٹ کے لئے مسجد میں بیٹھنے کا حکم فرماتے تھے۔

ایک بار فرمایا: میں انہیں مسجد میں بیٹھنے کا اس لئے کہتا ہوں کہ وہاں کی برکت سے ان کی اصلاح ہوجائے۔

(۴۹) سلام کا جواب زور سے دیا کریں:

جب کوئی سلام کہے تو جواب اتنی آواز سے دیا کریں کہ سلام کہنے والا سن لے اس لئے کہ صرف جواب دینا واجب نہیں سنانا بھی واجب ہے۔ اسی طرح بعض لوگ سلام اتنا آہستہ کہتے ہیں کہ پتا ہی نہیں چلتا کہ انہوں نے سلام کہا ہے۔

(۵۰) علماء لوگوں کو دواء نہ بتایا کریں:

علماء اور مقتدا حضرات کو چاہئے کہ لوگوں کو دواء نہ بتایا کریں۔ اس لئے کہ نفع و نقصان تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کتنی ہی اکسیر دواء ہو اس سے نفع کی بجائے نقصان ہوجاتا ہے۔ حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؂

چون قضا آید طبیب ابلہ شود
وان دوا در نفع خود گمرہ شود
از قضا سر کنگبین صفرا فزود
روغن بادام خشکی می نمود
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت
آب آتش را مدد شد ہمچو نفت

جب قضاء آتی ہے تو اللہ تعالیٰ طبیب کا علم سلب فرمالیتے ہیں۔ طبیب ابلہ ہوجاتا ہے، بات سمجھ میں نہیں آتی اور اگر طبیب کی سمجھ میں مرض آبھی جائے تو دواء نفع کرنے میں گمراہ ہوجاتی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ ریورس گیئر لگادیتے ہیں۔ لوگ اسے کہتے ہیں کہ "ری ایکشن" ہوگیا، اللہ کی قدرت کو پھر بھی نہیں مانتے۔ سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ دواء کو جب اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سیدھی چل تو وہ

ٹھیک ٹھیک کام کرتی ہے اور جب حکم ہوتا ہے کہ الٹی چل تو وہ الٹی چلنے لگتی ہے ۔

از قضا سرکنگبین صفرا فزود
روغن بادام خشکی می نمود

سرکہ قاطع صفراء ہے مگر جب اللہ چاہے تو سرکہ سے صفراء اور بڑھنے لگے۔ روغن بادام کھانے اور مالش کرنے سے خشکی دور ہوتی ہے مگر جب اللہ کا حکم ہو تو وہ خشکی کو اور بڑھانے لگتا ہے، بس سب کچھ مالک کے قبضہ میں ہے ۔

از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت
آب آتش را مدد شد ہمچو نفت

ہلیلہ قبض کشا ہے مگر جب اللہ چاہے تو وہ اور زیادہ قبض کرے اور پانی میں آگ بجھانے کی تاثیر ہے مگر جب اللہ کا حکم ہو تو پانی پٹرول کا کام کرنے لگے، آگ کو اور زیادہ بھڑکانے لگے ۔

از سبب سازیش من سودائیم
وز خیالاتش چو سوفسطائیم
در سبب سازیش سرگردان شدم
در سبب سوزیش ھم حیران شدم

اللہ کی سبب سازی اور سبب سوزی سے عقل حیران ہے۔ یہ باتیں عقل سے ماوراء ہیں۔

دواء میں نفع و نقصان دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ علاج کرنا ضروری نہیں۔ کسی دواء کے بارے میں کتنا ہی یقین ہو جائے کوئی بڑے سے بڑا ڈاکٹر یا کوئی بڑے سے بڑا ولی اللہ یہ کہہ دے کہ اس دواء کے استعمال سے مرض جاتا رہے گا اگر پھر بھی مریض نہیں کھاتا اور اسی مرض کی وجہ سے مر بھی گیا تو

بھی کچھ گناہ نہیں ہو گا۔ علاج ضروری نہیں البتہ وہ اسباب جن پر اثر کا ترتب اللہ تعالیٰ نے عادۃً لازم کر دیا ہے۔ کبھی کبھار تخلف تو ان میں بھی ہو جاتا ہے مگر عادۃً ترتب ہو جاتا ہے ان کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آگ آ رہی ہے آپ نہیں بھاگیں گے تو جل جانے سے گناہ گار ہوں گے۔ بھوک پیاس کی صورت میں اگر کچھ کھایا پیا نہیں اور یہ کہہ دیا کہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو کھائے پئے بغیر ہی بھوک اور پیاس ختم کر دے۔ اس خیال سے کھانا پینا چھوڑ دیں گے تو گناہ گار ہوں گے بھوکے پیاسے مر گئے تو یہ موت خودکشی شمار ہو گی۔ کیونکہ ان اسباب پر مسبب کا ترتب عادۃً ضروری ہے۔ دواء پر صحت کا ترتب عادۃً ضروری نہیں کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں بھی ہوتا بلکہ الٹا نقصان ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر کسی عالم یا شیخ نے کسی کو دواء بتادی اس نے اسے نقصان کیا تو وہ شخص دواء بتانے والے سے بدگمان ہو گا اور علماء سے بدگمانی عوام کے لئے بے دینی کا دروازہ کھولتی ہے۔ ڈاکٹر ساری دنیا کو مارتے رہیں تو کوئی بات نہیں اور مولوی سے ذرا سا نقصان پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ اس مولوی نے غلط دواء بتادی، عقلی لحاظ سے کوئی کتنا ہی مطمئن ہو کہ جو کچھ ہوا منجانب اللہ مقدر تھا لیکن پھر بھی طبعاً اثر پڑتا ہے اور یہ طبعی اثر بھی لوگوں کے دین کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ عالم کا کام قالب کے امراض کی بجائے قلب کے امراض کا علاج کرنا ہے۔ اس لئے علماء کو چاہئے کہ لوگوں کو طبی نسخے نہ بتایا کریں۔

ہمارے ایک استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قصہ بتایا فرمایا کہ میں پہلے حکمت بھی کرتا تھا۔ ایک بار میں گاؤں کے ایک مریض کا علاج کر رہا تھا۔ وہ مر گیا تو لوگوں نے مجھے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا جب میں وہاں نماز جنازہ پڑھانے گیا تو گاؤں کی عورتیں گاؤں سے باہر نکل کر کھڑی تھیں اور دونوں ہاتھوں سے ”ٹُجّے“ دے رہی تھیں۔ میں اتنا شرمندہ ہوا کہ آیندہ کسی کا علاج کرنے سے توبہ کر لی۔

حصہ دائیں جانب، میں دیکھتے ہی فوراً سمجھ گیا مگر میں نے انہیں اس لئے نہیں بتایا کہ انہیں ندامت ہوتی، وہ رہتے بھی بہت دور ہیں لانے لے جانے کی مشقت ہوتی اس لئے میں نے بالکل ظاہر نہیں کیا مگر اس مصلحت کے مقابلہ میں دوسری مصلحت یہ تھی کہ انہیں تنبیہ کی جائے۔ دو وجہ سے:

① اگر کوئی غیر ایسی حرکت کرتا اور پھر وہ مجھے احمق یا بھولا سمجھتا تو کوئی بات نہیں تھی جیسا کہ میڈیکل اسٹور والے کا قصہ "انوار الرشید" میں آچکا ہے مگر یہ تو اپنے خواص میں سے تھے انکا یہ سمجھنا کہ شیخ ایسا بھولا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ نکلا کہ جو شیخ کوٹ کی چین کو نہیں سمجھ سکا وہ قلب کی چین کو کیسے سمجھے گا اور کیسے اصلاح کرے گا۔ شیخ کے بارے میں جس کا یہ عقیدہ ہو اسے شیخ سے فائدہ کیسے پہنچے گا۔

② آیندہ ایسی حرکت نہ کریں۔ کسی کو اذیت پہنچانے کا باعث نہ بنیں، اگر کوئی غیر ہوتا تو اس مقصد کے لئے بھی تنبیہ کی ضرورت نہ تھی مگر خاص اصلاحی تعلق کی وجہ سے تنبیہ کرنا ضروری ہوا۔

یونہی بے سلیقہ اپنے پاس رکھنے کا دو وجہ سے تحمل نہیں:

① یہ طبع سلیم کے خلاف ہونے کے علاوہ مقتضائے شرع کے بھی خلاف ہے ظاہری زیغ کی طرف جس کی توجہ نہیں جاتی اس میں اپنے باطنی زیغ کی اصلاح کی فکر کیسے ہو سکتی ہے۔

② اس کوٹ کی اہمیت کی وجوہ میں سے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دشمنوں کے بہت بڑے صاحب منصب کا ہے، اس کی چین دیکھنے والوں کو یہ یقین ہی نہیں آئے گا کہ یہ اتنے بڑے صاحب منصب کا ہے وہ تو یونہی سمجھیں گے کہ کسی ایسے خاکروب کا ہے جسے دائیں بائیں میں بھی تمیز نہیں۔

اس لئے میں نے اسے خود ہی ٹھیک کروالیا ان سے اس لئے نہیں کروایا کہ ان کے لئے زبانی تنبیہ ہی کافی تھی۔ دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ ایسا خراب کام کرنے والے کو بہت ڈانٹتے بھی ہیں اور کام بھی خوب اچھی طرح صحیح کرواتے ہیں۔

۵۴ طب نبوی:

طب نبوی کے نام سے کچھ کتابیں شائع ہورہی ہیں کسی ماہر طبیب سے پوچھے بغیر ان کے نسخوں کو استعمال کرنا جائز نہیں۔ ماہر طبیب بھی ایسا ہونا چاہئے جو بہرحال طب نبوی کی ادویہ کو ترجیح دینے میں غلو کا شکار نہ ہو، جو طبیب اس میں غلو کرتے ہیں وہ طب نبوی کو بدنام کرتے ہیں، بلا سوچے سمجھے استعمال کرنے میں خطرۂ جان کے ساتھ خطرۂ ایمان بھی ہے، اگر اپنی کسی غلطی کی وجہ سے نقصان ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں شبہہ کا باعث بنے گا۔ ان کتابوں میں مذکورہ دواؤں کے فوائد یقینی نہیں۔ جس کی وجوہ یہ ہیں:

۱ شاید روایت صحیح نہ ہو۔

۲ شاید کوئی نسخہ کسی خاص شخص کے لئے ہو۔

۳ شاید کسی خاص مزاج کے لئے ہو۔

۴ شاید کسی خاص موسم کے لئے ہو۔

۵ شاید کسی خاص زمانے کے لئے ہو۔

۶ شاید کسی خاص علاقے کے لئے ہو۔

۷ شاید کسی خاص طریقے سے استعمال کرنا ہو۔

۸ شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز ایسی ادویہ کے بارے میں ہو جو آپ کے علاقے میں بسہولت دستیاب تھیں، ممکن ہے کہ کسی دوسرے علاقے میں کوئی دواء نفع میں ان کے برابر یا ان سے بھی بڑھ کر ہو۔

۹ بعض دواؤں کی تشخیص یقینی نہیں جیسے الحبۃ السوداء (کلونجی) اور اثمد وغیرہ۔

۱۰ مقدار خوراک معلوم نہیں۔

۱۱ دو خوراکوں کے درمیان فاصلے کی مقدار معلوم نہیں۔

۱۲ دواء کا نصاب یعنی مدت استعمال معلوم نہیں۔

⑬ دوران استعمال پرہیز معلوم نہیں۔

⑭ اگر کوئی نقصان ہوجائے تو اس کے ازالہ کی تدبیر معلوم نہیں۔

⑮ اگر بالفرض ان سب امور کا لحاظ رکھنے میں کوئی کامیاب ہو بھی گیا تو شاید دواء پر اثر مرتب نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہو۔

شہد کا شفاء ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جب یہ بھی بعض حالات میں مضر ہوتا ہے تو کسی دوسری چیز کے بہرحال نافع ہونے کا یا اس سے کوئی نقصان نہ پہنچنے کا یقین کیسے کیا جاسکتا ہے۔

(54) صحت برقرار رکھنے کے اصول:

صحت برقرار رکھنے اور سکون و سرور کی زندگی گزارنے کے شرعی، عقلی اور طبی اصول یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش۔

② مضر اشیاء سے پرہیز مثلاً چائے، تمباکو، سوڈے کی بوتل، مرچ اور مصالحہ کا زیادہ استعمال مضر ہے۔

③ اللہ کی راہ میں مسلح جہاد، اس کا موقع نہ ہو تو مناسب ورزش۔

④ خوراک میں اعتدال۔

⑤ دو کھانوں کے درمیان مناسب وقفہ۔

⑥ رات کا کھانا جلدی کھانا۔

⑦ رات کے کھانے اور سونے کے درمیان دو گھنٹہ کا فاصلہ۔

⑧ رات کو جلدی سونا اور صبح جلدی اٹھنا۔

⑨ دوپہر کو قیلولہ۔

⑩ کھانے اور سونے کے اوقات معین کرنا۔

⑪ مشاغل میں نظم و ضبط اور اعتدال۔

(۵۵) دو دعاؤں کے اثر کا کھلی آنکھوں مشاہدہ:

❶ میرے استاذ حضرت مولانا ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تحصیل علوم کی جو سند عنایت فرمائی اس پر اپنے قلم مبارک سے یہ دعائیہ جملے تحریر فرمائے:

> ﴿اللهم ارزقه فهما ذكيا و طبعا صفيا واجعله من المتوكلين ومن الذين يغبطون واجعله من الذين لايخافون فى الله لومة لائم وارزقه رزقا حسنا من حيث لا يحتسب﴾
>
> ”یا اللہ! اسے تیز فہم اور علم و عمل میں صاف طبیعت عطاء فرما، اور اسے متوکلین اور ایسے لوگوں میں سے بنا جو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور اسے ایسی جگہ سے بہتر رزق عطاء فرما جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہو۔“

❷ ایک موقع پر حضرت والدہ محترمہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے یہ دعاء دی:

> ”اللہ تعالیٰ ہمیشہ بے دینوں کے مقابلہ میں پلڑا بھاری ہی رکھیں۔“

(اس دعاء کی تفصیل انوار الرشید جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔ جامع)

بحمد اللہ تعالیٰ ان دونوں دعاؤں کی قبولیت کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو رہا ہے۔

(۵۶) کسی سے کوئی شکایت ہو تو فوراً بتایا کریں:

آپس میں جب بھی کسی سے کوئی شکایت ہو تو فوراً کہہ دیا کریں اس میں دو فائدے ہوتے ہیں:

① بعض مرتبہ محض غلط فہمی کی بناء پر شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔ واقعۃً کوئی بات نہیں ہوتی یا یہ کہ کسی کے بارے میں کوئی بات پہنچانے میں قصدًا یا بلاقصد غلطی ہوجاتی ہے یا سننے میں غلطی ہوجاتی ہے جب صاحب معاملہ سے بلاواسطہ بات کریں گے تو معاملہ صاف ہوجائے گا اور غلط فہمی زائل ہوجائے گی۔

② اگر کسی سے کوئی شکایت ہے اور واقعۃً اس سے غلطی ہوئی ہے جب آپ اسے اس کی غلطی بتائیں گے تو وہ آیندہ احتیاط کرے گا۔

بروقت نہ کہنے میں یہ نقصان ہیں:

① جب کسی سے کوئی شکایت ہوئی اور بروقت اس کا اظہار نہ کیا تو دل میں اس کے خلاف نفرت اور غصہ پیدا ہوگا جو بڑھتا ہی جائے گا۔

② اس سے ظاہری انتشار اور بے دینی پیدا ہوگی۔

③ آپس میں نفرت اور انتشار کی وجہ سے دین و دنیا دونوں تباہ ہوں گے۔

④ بروقت روک تھام نہ کرنے کی وجہ سے یہ فتنہ اتنا بڑھتا چلا جائے گا کہ پھر اس پر قابو پانا مشکل ہوجائے گا۔

لہٰذا اس بات کا بہت اہتمام رکھیں کہ جہاں کسی سے کوئی شکایت ہو تو فورًا اس سے بات کرکے معاملہ صاف کریں۔

(۵۷) مرض عجب و کبر سے حفاظت کا نسخہ:

عجب و کبر کا مرض بہت گہرا اور متعسر العلاج ہے۔ گہرا ہونے کا مطلب یہ کہ مریض کو اپنے اندر اس مرض کی موجودگی کا پتا نہیں چلتا اور اس کا فتنہ دنیا و آخرت کو تباہ کردیتا ہے۔ دین و دنیا کی تباہی جتنی اس سے ہوتی ہے کسی اور مرض سے نہیں ہوتی۔ اس لئے اس مرض کی اصلاح اور اس سے بچنے کی تدابیر کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔ اس مہلک مرض سے حفاظت کے لئے یہ تدابیر کریں:

① روزانہ رات کو سونے سے پہلے محاسبہ کیا کریں کہ دن بھر میں کوئی ایسی بات تو

نہیں ہوئی جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ مرض آپ کے اندر موجود ہے۔

۲ اپنے تمام معاملات مثلاً اٹھنا بیٹھنا، بولنا چلنا، دوسروں سے ملنا جلنا ایسے رکھا جائے کہ عجب و کبر کا شبہہ بھی نہ ہو، اس کی نقل بھی نہ اتاریں اس لئے کہ نقل کا بھی اثر پڑتا ہے۔ نقل اتارنے سے واقعۃً یہ مرض پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ مظنۂ تہمت ہے کیونکہ دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ بڑا متکبر ہے۔ مظنۂ تہمت میں پڑنا خود مستقل کبیرہ گناہ ہے، کوئی دوسرا نہ بھی دیکھ رہا ہو تو بہرحال نقل متکبر تو ہے ہی اس لئے اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

۳ ایسے کام کیا کریں جن سے اس مرض کا علاج ہوتا رہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مرض کے علاج کا ایک طریقہ یہ تھا کہ مسجد میں آنے والوں کی جوتیاں سیدھی کریں۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ ان کو حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرض عجب کا یہ علاج بتایا کہ روزانہ اتنی بار یہ لکھا کریں کہ میرے اندر مرض عجب ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ لکھ کر مجھے بھیجا کریں، بس تعداد مقرر فرمادی کہ روزانہ اتنی بار لکھا کریں۔ انہوں نے بتایا کہ جب میں نے پہلی بار لکھا تو مجھے فائدہ ہونا شروع ہوگیا۔

اس مرض سے حفاظت اور نجات کی تدابیر میں لگے رہنا چاہئے۔ اس مرض سے حفاظت کا ایک نسخہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ اکٹھے کسی ادارے میں کام کرتے ہیں یا ایک ہی جگہ قیام و طعام ہے تو وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے خدمت نہ لیا کریں بلکہ ہر شخص اپنے طور پر دوسروں سے زیادہ کام کرنے کی کوشش کیا کرے اس سے نہ صرف یہ کہ عجب و کبر پیدا نہیں ہوگا بلکہ یہ آپس میں محبت بڑھانے کا نسخۂ اکسیر ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک تو میرے استاذ تھے۔ دوسرے جامعہ کے مہتمم، تیسرے عمر میں مجھ سے بہت بڑے تھے۔ غرضیکہ آپ ہر لحاظ سے مجھ سے بہت بڑے تھے۔ ایک بار میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا کوئی اور وہاں

نہیں تھا۔ حضرت کو پانی پینے کی ضرورت پیش آئی تو چارپائی سے اٹھے، صراحی کمرے میں ایک طرف رکھی ہوئی تھی وہاں جاکر خود صراحی سے پانی پیا۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے فرمادیتے میں پانی دے دیتا تو آپ مسکرادیئے۔ کسی سے خدمت نہ لینے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے۔ ایک بار آپ بحری جہاز میں کہیں جارہے تھے۔ بہت سے عقیدت مند بھی ساتھ تھے۔ حضرت اپنی نشست سے اٹھے اور جاکر پانی پیا تو وہاں موجود معتقدین بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو بہت شرم آرہی ہے آپ نے ہم سے کیوں نہیں فرمایا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار ہم لوگ سفر میں تھے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ساتھ تھے اور تمام لوگوں میں آپ ہر لحاظ سے سب سے بڑے تھے۔ جب سفر میں وضو وغیرہ کے لئے پانی کی ضرورت پیش آئی تو ابھی سب لوگ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ پانی کہاں سے لائیں اتنے میں دیکھا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ مٹکا سر پر اٹھائے لارہے ہیں۔ شاگرد بلکہ شاگردوں کے شاگرد کے ہوتے ہوئے آپ نے یہ خدمت انجام دی۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار میں حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مہمان ہوا۔ رات دیر تک بیان ہوتا رہا صبح کے قریب آنکھ لگی تو کچھ دیر بعد کسی نے میرے پاؤں دبانے شروع کردیئے۔ تھکا ہوا تو تھا ہی پھر دبانے والا بہت مزے سے دبارہا تھا، مجھے بہت مزا آرہا تھا۔ پھر کچھ زور سے پاؤں دبانے شروع کردیئے کیونکہ جگانا مقصود تھا صبح کی اذان کا وقت قریب تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ خود میرے پاؤں دبارہے تھے۔

اکابر نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتے تھے کیونکہ نفس کو تو ذرا سا شرارت کا موقع ملا اور اس نے کام دکھایا ۔

نفس کا مار سخت جان دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں

دوسروں کے ساتھ معاملات میں مخدوم بننے کی بجائے خادم بننے کی کوشش کریں۔ دوسروں سے خدمت لینے کی بجائے اپنے کام خود کریں تاکہ عجب جیسے مہلک مرض سے حفاظت رہے، کبر کی نقل اور مظنۂ تہمت سے حفاظت رہے۔ یہ بہت اکسیر نسخہ ہے، دوسروں کی خدمت کی عادت ڈالیں، دوسروں سے خدمت لینے کی عادت نہ ڈالیں۔ ایک بات اور بھی سمجھ لیں کہ جو مریض عجب ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں سے خدمت لینے میں اس کی عزت ہورہی ہے مگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ لوگ بظاہر کچھ بھی کرتے رہیں مگر ان کے دلوں میں اس متکبر کے لئے نفرت ہوتی ہے۔ یہ عجب و کبر کا خاصہ ہے۔ یہ اپنے خیال میں سمجھ رہا ہے کہ یہ بہت بلند مقام پر ہے مگر درحقیقت وہ پستی کی جانب جارہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿حق علی اللہ ان لا یرتفع شیء من الدنیا الا وضعه﴾

(صحیح بخاری)

”اللہ کے ذمہ ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہونا چاہتی ہے وہ اسے ضرور گراتا ہے۔“

جو شخص کبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گرادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مہلک مرض سے سب کی حفاظت فرمائیں۔

﴿۵۸﴾ گناہ کی دعوت دینے والوں کو جواب:

برے معاشرے اور بے دین ماحول میں جب کوئی دیندار بننے لگتا ہے تو بے دین لوگ اسے طعنے دیتے ہیں، ملامت کرتے ہیں اور گناہوں کی مجالس میں شرکت کی

دعوت دیتے ہیں۔ جب یہ ان کی دعوت کو قبول نہیں کرتا تو کہتے ہیں کہ اسے تو نہ ماں باپ کا خیال ہے نہ بیوی بچوں کا، نہ دوست احباب کا۔ ایسے میں دیندار شخص کو چاہئے کہ انہیں یہ جواب دے:

> ”حق تعلق تو دونوں جانب سے ہوتا ہے آپ لوگ اپنے حقوق جتا کر مجھے جہنّم کی طرف لے جانا چاہتے ہیں میرا بھی تو آپ پر حق ہے اگر بقول آپ لوگوں کے میں آپ کی رعایت نہیں کرتا تو آپ لوگ ہی میری رعایت کرلیں اور میرا طریقہ اختیار کر کے میرے ساتھ ہو جائیں۔
>
> ﴿ویقوم مالی ادعوکم الی النجوۃ و تدعوننی الی النّار ؏﴾ (۴۰۔ ۴۱)
>
> ”اور میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو جہنّم کی طرف بلاتے ہو۔“
>
> آپ لوگ مجھے جس راستے کی طرف بلارہے ہیں وہ تو جہنّم کا راستہ ہے اس راستے پر چلنے والوں کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتی ہیں جبکہ میں آپ لوگوں کو جس راستے کی طرف لے جانا چاہتا ہوں وہ جنت کا راستہ ہے اس راستہ پر چلنے والوں کو اللہ کی رضا حاصل ہے اور جسے اللہ کی رضا حاصل ہو جائے اس کے لئے تو دنیا بھی جنت بن جاتی ہے۔“

(۵۹) عبادت پہلے مشقّت پھر عادت پھر لذت:

دین پر چلنا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ڈاڑھی رکھنا بڑا مشکل ہے، پردہ کرنا بڑا مشکل ہے، حرام خوری چھوڑنا بہت مشکل ہے لیکن جو ذرا ہمت کر کے اس راہ پر

قدم رکھ دیتا ہے تو پھر اس کے لئے یہ مشکلات لذتیں بن جاتی ہیں اور یہ کیفیت ہو جاتی ہے ؎

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں

یہ دنیا اس کے لئے جنت بن جاتی ہے۔ دین کے راستے پر چلنا شروع میں تو مشقت ہے، نفسانی لذتوں کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے میں بہت سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کا امتحان لیتے ہیں کہ محض زبانی دعوے ہیں یا واقعۃً ہمارا عاشق ہے وہ جانتے تو سب کچھ ہیں لیکن خود اس شخص پر اور دنیا پر کھرے اور کھوٹے میں تمیز کے لئے امتحان لیتے ہیں اگر شروع ہی سے لذت ہو تو امتحان ہی کیا ہوا، شروع میں تو امتحان عشق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ امتحان ہمیشہ تو نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھار اور بہت تھوڑی مدت کے لئے ہوتا ہے اور امتحان میں کامیابی کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے انعامات اور تمغوں کی بشارتیں ہیں ؏

چند روزہ جہد کن باقی بخند

کچھ دن کی مشقت کے بعد پھر عادت ہو جاتی ہے اور عادت کی وجہ سے مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ دین کے راستے کو آسان کرنے کے لئے دین پر چلنا بندے کی عادت بنا دیتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ عادت لذت بن جاتی ہے۔ عام طور پر تو یوں ہی مشہور ہے کہ پہلے مشقت پھر عادت پھر عبادت مگر بہتر تعبیر یہ ہے: ”عبادت پہلے مشقت پھر عادت پھر لذت۔“ عبادت تو شروع ہی سے ہے کیونکہ شیاطین انس و جن کا مقابلہ کیوں کرتا ہے؟ نفس کے تقاضوں کو قربان کیوں کر رہا ہے؟ صرف اور صرف اللہ کے حکم کی تعمیل کے لئے، یہ تو بہت بڑی عبادت ہے۔ شروع میں یہ عبادت مشقت کے ساتھ

ہوتی ہے پھر عادت بن جاتی ہے اور پھر اس طرح کرنے میں اسے لذت آتی ہے لوگوں کے طعنے سن کر وہ یہ نعرۂ مستانہ لگاتا ہے ؎

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے
مدنظر تو مرضیٔ جانانہ چاہئے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

نصیحت کرنے والے شیطان کے چیلوں (بے دین رشتہ داروں) کو یہ جواب دیتا ہے ؎

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اڑادیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

(۶۰) قربانی کی حقیقت:

ایک حدیث مشہور ہے:

> ”قربانی کے جانوروں کو خوب کھلاؤ پلاؤ موٹا کرو اس لئے کہ وہ پل صراط پر تمہارے لئے سواری کا کام دیں گے۔“

یہ ”پل صراط“ بھی عجیب ترکیب ہے ایک لفظ اردو دوسرا عربی۔ عربی میں پل کو ”جسر“ کہتے ہیں۔ اور ”صراط“ کے معنی: ”راستہ“ حدیث میں یہ لفظ ”صراط“ ہی ہے۔ یعنی جہنم کے اوپر پل پر سے گزر کر جنت کی طرف جانے کا راستہ عوام میں ”پل صراط“ مشہور ہوگیا ہے۔ میں اگر صحیح لفظ بولوں گا تو عوام سمجھیں گے نہیں۔ انہیں سمجھانے کے لئے میں بھی ”پل صراط“ ہی کہہ رہا ہوں۔ یہ روایت موضوع ہے اور اگر اس کا کوئی ثبوت تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس حدیث کے سمجھنے میں لوگوں سے غلطی ہوئی ہے لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ بہتر سے بہتر جانور قربان

کرو تاکہ وہ پل صراط پر سے بھاگتا ہوا لے کر گزر جائے۔ اس بارے میں یہ سوچیں کہ اگر محض بہتر جانور قربان کرنے سے جنت مل جائے تو پھر سارا دین تو بیکار ہی ہوگیا، نہ فرائض اداء کرنے کی ضرورت نہ ہی گناہوں سے بچنے کی ضرورت جو چاہیں کرتے رہیں۔ بس ہر سال ایک بہتر جانور قربان کردیں تو جنت پکی۔

اب سنئے اس کا مطلب کیا ہے۔ اس روایت کو قرآن مجید کی نصوص اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سامنے رکھ کر اس کا مطلب نکالا جائے گا۔ ان نصوص کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر صحتمند قیمتی جانور کی قربانی کی اور قربانی کی روح اور مقصد پر آپ کی توجہ رہی تو جنت کا سامان بن جائے گا۔ قربانی کی ایک تو صورت ہے اور دوسری روح ہے۔ قربانی کی صورت تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کوئی جانور ذبح کردیا جائے اور اس کی روح یہ ہے کہ جانور انسان کے نفس کے قائم مقام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی بجائے جانور قربان کرنے کا حکم فرمایا۔ بظاہر تو جانور کو ذبح کیا جاتا ہے لیکن مقصد اس سے اس بات کا اظہار ہے کہ یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں تیرے حکم کے مقابلہ میں نفس و شیطان کے ایک ایک تقاضے کا خون بہانے کے لئے تیار ہوں، بالکل اسی طرح جیسے اس جانور کا خون بہادیا، یہ ہے قربانی کی روح، جانور جتنا اچھا ہوگا اتنا ہی سبق زیادہ حاصل ہوگا۔ جب قربانی سے یہ سبق حاصل کریں گے تو خواہشات نفسانیہ کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے کی ہمت بلند ہوگی اور جب نفس کے تقاضوں کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے لگیں گے تو صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں گے اور جب صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں گے تو اللہ راضی ہوجائے گا اور جب اللہ راضی ہوجائے گا تو "پل صراط" پر سے بھاگتے ہوئے نہیں اڑتے ہوئے گزریں گے اڑتے ہوئے۔

(٦١) ہدایت کی بات کہنے کا صحیح طریقہ:

جب کسی کی اصلاح کے بارے میں کوئی بات کہنا چاہیں تو نرمی سے کہیں اگرچہ بعض صورتوں میں بعض لوگوں کے لئے سختی سے کہنا نہ صرف صحیح بلکہ ضروری ہوتا ہے مگر عام لوگوں کے لئے یہی طریقہ ہے کہ جب بھی کوئی بات کہیں تو نرمی اور محبت سے کہیں، سختی سے بات کرنے میں جانبین کا دنیوی اور اخروی نقصان ہے۔

جس شخص کو کہا اس کا نقصان تو اس طرح ہے:

❶ اس کو تکلیف پہنچے گی دل و دماغ پر بوجھ ہوگا۔

❷ کہنے والے سے عداوت پیدا ہوگی جس کی وجہ سے اس کی غیبت اور ایذا رسانی کا سلسلہ شروع کردے گا۔

❸ اس میں اپنے عیب کی اصلاح کی فکر پیدا نہیں ہوگی بلکہ ضد میں آکر اور کرتا رہے گا۔

جس نے سختی سے بات کہی اس کا نقصان اس طرح ہوگا:

❶ اس نے مسلمان کی توہین کی، عزت کی حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے۔

❷ حاکمانہ شان سے بات کہی اس لئے اس کے اندر عجب اور کبر پیدا ہوگا۔

❸ آپس میں مخالفت پیدا ہوگی جس سے دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہوگا۔

کسی کو نصیحت کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جسے نصیحت کرنا چاہتا ہے اسے خود سے افضل سمجھے۔ اگر دوسرے کو حقیر اور خود کو افضل سمجھتا ہے تو اس صورت میں کسی کو نصیحت کرنا حرام ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بادشاہ کو اپنے بیٹے کو سزا دینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے بھنگی سے کہا کہ اس شہزادے کو دو چار جوتے لگاؤ۔ اس وقت بھنگی کی کیا حالت ہوگی۔ وہ خوف کی وجہ سے لرزتا رہے گا کہ اگر کہیں میں نے کوئی ایسی حرکت کردی جو بادشاہ کو ناگوار ہو تو بادشاہ کا عتاب مجھ پر نازل نہ ہوجائے۔ یہی سوچے گا کہ شہزادہ مجھ سے افضل ہے لیکن بادشاہ کے حکم کی

تعمیل میں یہ کام کرنا پڑے گا۔ کام کر بھی رہا ہے لیکن ساتھ ہی دوسرے کو افضل اور خود کو حقیر بھی سمجھ رہا ہے۔

⑥② فضول مجلس بازی سے بچیں:

حتی الامکان یہ کوشش کریں کہ کسی کے ساتھ فضول مجلس بازی نہ ہو کیونکہ فضول مجلس بازی میں بڑے بڑے گناہ ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی دوسرا گناہ نہ بھی ہو پھر بھی غیبت کا گناہ تو ہو ہی جاتا ہے جو کبیرہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی کھلی بغاوت ہے۔

⑥③ تقویٰ کی برکت:

تقویٰ سے دل میں راحت و سکون، اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد اور غیر سے استغناء پیدا ہوتا ہے۔

⑥④ ایک غلط خیال کی اصلاح:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گناہ کرلیں پھر توبہ کرلیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنّم پر بہت بڑی جرأت ہے۔ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، کیا پتا کہ توبہ کرنے سے پہلے ہی موت آجائے۔ اس کے علاوہ جب انسان کو گناہ کی عادت پڑجاتی ہے تو آہستہ آہستہ اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے پھر توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اور اگر کسی نے اپنے اس غلط خیال پر عمل کیا پھر اسے توبہ کی مہلت بھی مل گئی اور اس نے توبہ کرلی تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو قصدًا اپنے جسم اور لباس کو نجاست سے ناپاک کرلے اور جب کوئی اسے سمجھائے کہ یہ کیا کررہے ہو تو وہ احمق یہ جواب دے کہ میں نہالوں گا اور کپڑے بھی دھولوں گا تو لوگ کہیں گے کہ یہ پاگل ہے کپڑے بدلنا اور نہانا تو عقلمند کے لئے اس صورت

میں نافع ہوتا ہے کہ جب بلااختیار آہستہ آہستہ کپڑے خود بخود میلے ہوجاتے ہیں۔ یہ تھوڑا ہی ہے کہ بلاوجہ ہی انسان جاکر نجاست میں غوطہ لگائے اور پھر کپڑے تبدیل کرلے۔ عقل کی بات یہ ہے کہ میل کچیل سے بچنے بچانے کی کوشش کرتے رہیں پھر بھی جب کپڑے میلے ہوگئے تبدیل کرلئے اور غسل کرکے جسم کو صاف ستھرا کرلیا۔

ایسے ہی عقل کا تقاضا ہے کہ انسان دل کو میل کچیل سے بچانے کی کوشش کرتا رہے، گناہوں سے بچتا رہے اس کے باوجود خطا ہوجائے تو توبہ کرکے دل سے گناہ کی سیاہی کو دور کرلے، توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جان بوجھ کر اپنے اوپر نجاست ڈالتے رہیں، یہ جائز نہیں۔

۶۵ بوقت ملاقات یہ دعاء کریں:

جب کوئی آپ سے ملنے آرہا ہو یا آپ کسی سے ملاقات کے لئے جارہے ہوں تو ہمت بلند کریں اور مستعد ہوجائیں کہ معصیت کی کوئی بات نہ ہونے پائے ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی کریں:

﴿اھدنا الصراط المستقیم﴾

یا اللہ! مجھے بھی اور جن لوگوں سے ملاقات ہونے والی ہے انہیں بھی سب کو صراط مستقیم پر چلا۔

پھر مجلس میں پہنچ کر ایک دعاء اور کرلی جائے کہ یا اللہ! اس مجلس میں جتنے بھی شریک ہیں ان میں سے کسی میں بھی جو بھی خوبی کی بات ہے وہ سب کو عطاء فرمادے اور ان میں سے جس میں بھی جو بھی خامی ہو اس سے سب کی حفاظت فرما۔ یہ دعاء کرتے وقت اس بات کا استحضار رہے کہ جب خامیاں کہیں تو اپنے نفس کو مقدم رکھیں اور جب خوبیاں کہیں تو دوسروں کو مقدم رکھیں۔ کسی میں کوئی خامی بالکل

ظاہر ہو تو بھی اپنی اصلاح کی فکر کو مقدم رکھنا چاہیئے، پھر مجلس میں جانے کے بعد اس بات کا استحضار رہے کہ یہاں آنے سے پہلے کیا دعاء کی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی گناہ کی بات ہو جائے، کسی کی غیبت ہو جائے، فضول باتیں ہو جائیں کسی پر اعتراض ہو جائے، کسی کے ساتھ ایسا مزاح ہو جائے جس میں اس کی تذلیل و تحقیر ہو جائے، مزاح کی بات بقدر ضرورت ہونی چاہیئے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور پھر مجلس کے اختتام پر یوں استغفار کریں:

﴿سبحانک اللھم وبحمدک، اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک﴾

"یا اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔" (٥٢)

(٦٦) مدارس دینیہ کی کثرت:

مدارس دینیہ کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے ویسے تو یہ بہت اچھا کام ہے مگر اس شرط سے کہ اخلاص کے ساتھ ہو اغراض نفسانیہ کی بناء پر نہ ہو۔ جو کام ضرورت اور اخلاص سے کیا جاتا ہے اس کے لئے تعدد محمود ہے اور جو بلا ضرورت محض اغراض نفسانیہ کی وجہ سے ہو گا وہ تبدد ہے جو مذموم ہے۔ ان میں فرق کرنے کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ سارے ادارے کسی ایک نظم کے تحت ہوں تو اس نظم کے ذمہ دار جہاں، جتنے اور جیسے ادارے کھولنے کی ضرورت سمجھیں گے اس کے مطابق کام کریں گے، یہ تعدد محمود ہے، اس لئے کہ ضرورت کے پیش نظر ہے۔ اس معیار کے مطابق مدارس دینیہ کے بارے میں یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے:

① تجوید و تحفیظ قرآن اور اردو دینیات کے مدارس، ہر محلّہ میں ایسے ایک مدرسہ کا

ہونا لازم ہے۔

② ابتدائی عربی تعلیم، یہ متوسط شہر میں ایک کافی ہے۔
③ درجات متوسطہ کے مدارس، یہ ہر ضلع میں ایک ہو۔
④ درجات عالیہ کے مدارس، ہر صوبہ میں ایک۔
⑤ تکمیل کے مدارس، یہ پورے ملک میں ایک اور زیادہ سے زیادہ تین۔

(۶۷) شیخ سے ان کے معمولات دریافت کرنا جائز نہیں:

شیخ سے ان کے معمولات دریافت کرنا جائز نہیں بلکہ دیکھنے یا سننے سے معمولات کا علم ہو جائے تو بھی بلا پوچھے ان کا اتباع جائز نہیں۔ اپنے لئے معمولات معلوم کئے جائیں اور ان کی پابندی کی جائے۔

(۶۸) نوجوانی ہی میں دنیا سے بے رغبتی:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرمایا ہے کہ آپ نے ایمان کے مختلف شعبوں کے بارے میں فرمایا:

﴿فان اعش فسا بینھا لکم حتی تعملوا بھا و ان امت فماانا علی صحبتکم بحریص﴾

”اگر میں زندہ رہا تو ان احکام کی تفصیل بتاؤں گا تاکہ تم ان پر عمل کرو اور اگر میں مرگیا تو میں تمہاری صحبت پر حریص نہیں۔“

حضرت اقدس کا نوجوانی ہی سے یہ معمول رہا ہے کہ کبھی کوئی دینی بات بتانے کا موقع نہیں ہوتا تو فرماتے ہیں: ”ان شاء اللہ تعالیٰ پھر کسی موقع پر بتاؤں گا۔“ اس کے بعد یہ کلمات بھی کہتے ہیں:

﴿فان اعش فسا بينها لكم حتى تعملوا بها وان امت فما انا على صحبتكم بحريص﴾

﴿٦٩﴾ معمولات پر استقامت ترقی کی علامت:

جب دین کے کسی کام میں پابندی ہونے لگے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ترقی ہو رہی ہے اور ناغہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہیں اسی لئے اپنے دربار سے نکال دیا کیونکہ جب اللہ راضی ہوتا ہے تو پھر وہ بندہ کو چھوڑتا ہی نہیں۔

﴿٧٠﴾ علماء کے مصارف حکومت کے ذمہ ہیں:

ایک اشکال ہمیشہ سے بے دین لوگوں میں چلا آتا ہے کہ یہ علماء کماتے کہاں سے ہیں؟ کھاتے کہاں سے ہیں؟

جواب:

صدر مملکت، وزیر اعظم، دوسرے وزراء اور حکومت کا سارا ہی عملہ سارے کے سارے قوم کا پیسہ کھا رہے ہیں خود تو نہیں کماتے اس پر غور کیا جائے کہ ان کے لئے اس کا کیا جواز ہے؟ وجہ جواز یہ ہے کہ یہ عوام کا کام کر رہے ہیں۔ حکومت سنبھالے ہوئے ہیں اس لئے ان کے مصارف عوام کے ذمہ ہیں۔ اگر یہ اپنے کام کرنے لگیں تو حکومت کا انتظام کون سنبھالے گا۔ مختلف ٹیکسوں کے ذریعہ یہ عوام سے جبرًا پیسہ وصول کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں کسی کو اشکال نہیں ہوتا کہ یہ کہاں سے کماتے کھاتے ہیں۔ اس لئے کہ دلوں میں حکومت کی عظمت ہے، دین اور علماء دین کی عظمت تو اس سے بدرجہا زیادہ ہونی چاہئے اس لئے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکومت کے قوانین بتانے والے ہیں، اللہ کے دین کا کام کرنے والے ہیں

جس کا تعلق لوگوں کی دنیا و آخرت دونوں سے ہے، علماء عوام کی دنیا و آخرت دونوں بنارہے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے دونوں کی ذمہ داری رکھ دی، اس لئے علماء پر فرض ہے کہ اپنے کام میں لگنے کی بجائے پوری توجہ دین کے کام پر رکھیں ان کے لئے جائز نہیں کہ اس اہم کام کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں لگیں۔ خدمات دینیہ کے مصارف حکومت پر فرض ہیں، جیسے حکومت اپنے مصارف قومی خزانے سے لیتی ہے ایسے ہی خدمات دینیہ کے مصارف قومی خزانے سے اداء کرے اور اگر حکومت اپنا یہ فرض اداء نہیں کرتی تو عوام پر فرض ہے کہ وہ خدمات دینیہ کے لئے اپنے اموال پیش کریں۔

(۷۱) عامی اور مقتدا کی تعریف:

اگر کسی جگہ جانے سے پہلے یہ معلوم ہو کہ وہاں منکرات ہوں گے تو ایسی جگہ جانا جائز نہیں اور اگر جانے کے بعد منکر کا علم ہوا تو عامی کے لئے رکنا جائز اور مقتدا کے لئے ناجائز ہے۔ ہر وہ شخص جس کے قول یا عمل سے لوگ اس منکر کو جائز نہ سمجھنے لگیں وہ عامی ہے۔ یہ تو ہے عامی کی تعریف۔ اب اس پر ایک تفریع ہے، ہر وہ شخص جس کا کسی عالم یا بزرگ سے تعلق ہو اور لوگ جانتے ہوں کہ اس کا فلاں بزرگ سے تعلق ہے تو لوگ اس کے عمل سے استناد کریں گے۔ ایسا شخص عامی نہیں بلکہ اس کا حکم مقتدا کا ہے۔ اس لئے کہ اس کے عمل سے لوگوں کو اشتباہ ہو گا۔

(۷۲) نفس کے زندہ یا مردہ ہونے کا معیار:

اکابر کا قول ہے:

”شوخی روح کے زندہ ہونے اور نفس کے مردہ ہونے کی دلیل

ہے اور متانت نفس کے زندہ ہونے اور روح کے مردہ ہونے کی دلیل ہے۔"

؎

تو اے افسردہ دل زاھد یکے در بزم رندان شو
کہ بنی خندہ بر لبھا و آتش پارہ در دلھا

"اے افسردہ دل زاہد کبھی رندوں کی مجلس میں پہنچو تو ان کے لبوں پر خندہ دیکھو گے اور دلوں میں آگ کا انگارا"

؎

دن گزارے ساز میں راتیں گزاریں سوز میں
عمر بھر ہم دن میں بلبل شب میں پروانہ رہے

یہاں دن سے مراد ظاہری حالت ہے اور شب سے مراد باطن ہے۔ یعنی ظاہر میں تو ہم ہنستے ہنساتے رہتے ہیں لیکن درحقیقت ہمارے اندر عشق کی آگ دھک رہی ہے۔ اگر ہم ہنسی مذاق نہ کریں تو یہ آگ ہمیں جلاڈالے گی۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ توا جب زیادہ گرم ہو جاتا ہے تو عورتیں کہتی ہیں کہ ہنس رہا ہے۔ ذرا اسے ہاتھ لگا کر دیکھو تو پتا چلے ؎

دل بھی اپنا دیکھ زاہد میری نظریں دیکھ کر
دل خدا خانہ رہے گو آنکھ بت خانہ رہے

اس سے بدنظری کی تعلیم نہیں دے رہے بلکہ ظاہری وضعداری سے آزادی بتانا مقصود ہے۔ ایک اور شعر کا مطلب بھی سمجھ لیں ؎

مجذوب کی اس شکل مقدس پہ نہ جانا
دنیا میں کوئی اس سا نظر باز نہیں ہے

ناآشنا اول ملاقات میں ظاہری صورت دیکھ کر زاہد سمجھتا ہے مگر اختلاط کے بعد پتا

چلتا ہے کہ یہ ایسا عاشق اور ایسا رند ہے کہ کسی پر ایک نظر ڈال دے تو اس کی کایا پلٹ جائے ؎

اے سوختہ جاں کیا پھونک دیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

(۷۳) حقوق العباد میں حقوق اللہ بھی ہیں:

حقوق العباد میں حقوق اللہ بھی ہیں اس لئے اگر کسی انسان کی حق تلفی ہو جائے تو صاحب حق سے معاف کروانے کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا بھی ضروری ہے۔

(۷۴) جائز کام کو خطرۂ ریاء سے چھوڑا نہیں جاتا:

کوئی کام کرنے میں اگر ریاء و عجب کا خطرہ ہو تو اس کام کو بند نہیں کروایا جاتا بلکہ اس کی اصلاح کی جاتی ہے بشرطیکہ یہ کام فی نفسہ جائز ہو، ناجائز کام کی کسی مصلحت کی خاطر بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(۷۵) محبت الٰہیہ کا درجۂ حرارت:

میرے کمرے میں مقیاس الحرارۃ (تھرمامیٹر) لگا ہوا ہے میری جب بھی اس پر نظر پڑتی ہے تو اپنے دل کا معاینہ کرتا ہوں کہ اس میں محبت الٰہیہ کا درجۂ حرارت کتنا ہے۔

(۷۶) زمانہ فتنہ فساد سے سبق:

فتنہ و فساد کی ہر نئی لہر کے وقت میں دو چیزیں سوچتا ہوں:

① کہیں یہ میری کسی کوتاہی کا اثر تو نہیں بالخصوص جہاد میں کسی نقصان کی خبر سن کر یہ فکر بہت لاحق ہوتی ہے، اس لئے استغفار اور اپنی اصلاح کی فکر بہت بڑھ جاتی ہے۔

② فتنہ و فساد کے زمانے میں خدمات دینیہ انجام دینے میں موانع اور مشقتیں پیش آنے کے علاوہ جان پر خطرات بھی ہوتے ہیں اس لئے فرصت، عافیت اور لحات حیات کو غنیمت سمجھ کر زیادہ سے زیادہ کام نمٹانے کی فکر ہوتی ہے۔

(77) صحت کی دعاء:

اگر کوئی صحت کی دعاء کے لئے کہتا ہے تو میں یوں دعاء کرتا ہوں:

> "اللہ تعالیٰ صحت ظاہرہ و باطنہ عطاء فرمائیں۔"

اور اگر کوئی مریض طبعی عمر کو پہنچ چکا ہو اور دین یا دنیا کا کوئی اہم کام اس سے وابستہ نہ رہا ہو تو اس کے لئے یوں دعاء کرتا ہوں:

> "اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں اپنے رحم و کرم کا معاملہ فرمائیں۔"

اور کبھی یوں کہتا ہوں:

> "جب تک حیات مقدر ہے اللہ تعالیٰ صحت اور عافیت سے رکھیں اور جب موت مقدر ہو تو آرام اور راحت سے لے جائیں والنشت نشطا کی فہرست میں داخل فرمائیں۔"

(78) بصیرت فقہیہ:

"دارالافتاء والارشاد" کی تعمیر کے کام میں میں اور میرے بچے مزدوروں کی طرح خود کام کرتے تھے۔ ترائی خود کرتے تھے۔ تعمیر کے کام کی فنی ترتیب اس کی نگرانی

اور تعمیر سے متعلق کئی کام میں خود اپنے ہاتھ سے کرتا تھا، بسا اوقات بجلی کی فٹنگ اور پلمبر کا کام بھی خود ہی کرلیتا تھا۔ ایک بار بجلی کی اندرونی فٹنگ کے لئے دیواروں کی کٹائی اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف تار لے جانے کے لئے موٹی اور بہت مضبوط دیواریں کاٹ کر سوراخ نکالنے کا کام بھی خود ہی کیا۔ اسی طرح پلمبر کے کام میں دیواروں کی کٹائی اور پائپوں کی جڑائی جیسے کام بھی بسا اوقات خود ہی کرلیتا تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف تو دینی کام ہیں اور دوسری طرف اہل ثروت کے سامنے جھکنا ہے۔ ان میں توازن رہے، اس بات کا خیال رہے کہ اگر اہل ثروت علماء کے ساتھ تعاون کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے علماء پر احسان کیا ہے اور وہ خود کو کچھ سمجھنے لگیں تو ایسے لوگوں سے کسی قسم کا تعاون قبول نہیں کرنا چاہئے تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ کا دین ان کا محتاج نہیں انہیں ضرورت ہے کہ وہ اللہ کے دین پر مال خرچ کریں۔ ایسے لوگوں کا احسان لینے سے بہتر ہے کہ خود ہی جتنا ہوسکے لگے رہیں یہ فقہی بصیرت کی بات ہے ۔

لنقل الصخر من قلل الجبال
احب الی من منن الرجال

”پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر ڈھو ڈھو کر گزر اوقات کرنا میرے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ لوگوں کا زیر احسان رہوں۔“

بئس المطاعم عند الذل تکسبها
فالقدر منصوب والقدر مخفوض

”وہ کھانے بہت برے ہیں جو ذلت سے کمائے جائیں ہنڈیا چڑھی اور عزت گری۔“

⑦⑨ خواب کی حقیقت:

لوگ جب ٹیلیفون پر مجھ سے خواب کی تعبیر پوچھتے ہیں تو اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اس لئے کہ یہ وقت تو مسائل بتانے کا ہوتا ہے۔ اللہ کے قوانین پوچھیں تاکہ آپ کی بھی دنیا و آخرت سنور جائے اور میرے لئے بھی باعث اجر ہو۔ اگر ہر شخص اپنے ایک ایک خواب کی تعبیر پوچھنے لگے تو سارا وقت تو اسی میں گزر جائے گا۔ اس لئے بجائے اس کے کہ میں آپ لوگوں کو ایک ایک خواب کی تعبیر بتاؤں یا آپ ایک ایک خواب کے لئے پریشان ہوں تو آپ کو رئیس المعبرین یعنی ابن سیرین بنادیتا ہوں۔ اپنے اور دوسروں کے خوابوں کی تعبیر خود ہی نکال لیا کریں۔ خواب کی سب سے بڑی تعبیر یہ ہے کہ دنیا ایک خواب ہے۔ آپ خود کوئی خواب دیکھیں تو یہ سوچ لیا کریں اور اگر کوئی دوسرا آپ کو اپنا خواب بتائے تو اسے بھی یہ تعبیر بتادیا کریں۔

لوگ بیداری سے زیادہ خوابوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ بیداری کو خواب کے مطابق سمجھتے ہیں جبکہ درحقیقت خواب بیداری کے تابع ہے۔ بیداری خواب کے تابع نہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص خواب میں خود کو معراج پر جاتے ہوئے دیکھ لے اور بیداری میں حال یہ ہے کہ شیطان کا بندہ بنا ہوا ہے تو اس کے خواب کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر کوئی بیداری میں اللہ کے قوانین کی پابندی کرتا ہے۔ صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بنا ہوا ہے تو اسے کوئی اچھا خواب نظر آئے یا برا کوئی فرق نہیں پڑتا، اعتبار تو بیداری کا ہے۔ بعض لوگ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بہت شوق ظاہر کرتے ہیں میں انہیں کہا کرتا ہوں کہ خواب کا کیا اعتبار اصل چیز تو اتباع ہے۔ دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیجئے تاکہ جنت میں آپ کی معیت نصیب ہو۔ خواب کی تعبیر کے پیچھے پڑنے کے یہ نقصان ہیں:

① خوابوں میں پڑنا اور ان کی طرف توجہ کرنا جہالت ہے۔

② کئی پریشانیوں کا سبب بنتے ہیں۔

③ گمراہیوں کا سبب بنتے ہیں۔

ہر خواب قابل اعتبار نہ ہونے کے دلائل:

① جاگتے میں پریشان خیالات ہوتے ہیں جنہیں پراگندہ خیالات کہتے ہیں۔ جیسے ان خیالات کا کوئی اعتبار نہیں اسی طرح ایسے خوابوں کا بھی اعتبار نہیں یہ اضغاث احلام یعنی منتشر خیالات ہوتے ہیں۔

② لوگ خواب میں شادیاں بہت دیکھتے رہتے ہیں لیکن کوئی ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں پوچھتا۔

③ بعض مرتبہ معدہ کی خرابی کی وجہ سے دماغ پر اثر ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں عجیب عجیب خواب نظر آتے ہیں۔

کوئی خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کے پیچھے پڑ گئے اپنا بھی وقت ضائع کیا اور جس سے تعبیر پوچھی اس کا بھی وقت ضائع کیا، جب بھی کوئی خواب دیکھیں تو اس کے بارے میں یہ سوچیں:

① جیسا کہ میں نے بتایا کہ اکثر خواب منتشر خیالات ہوتے ہیں تو یہ سوچیں کہ یہ اضغاث احلام ہیں تو ان کی کیا تعبیر پوچھنا ہاں اگر ایسا خواب دیکھا جس میں کوئی بشارت ہو تو وہ خواب بتا سکتے ہیں۔

② اگر واقعۃً صحیح خواب ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ اسی شخص کے بارے میں ہے یا کہ دنیا کے حالات کے بارے میں۔

③ اگر بالفرض صحیح خواب ہے اور اس کا تعلق بھی اسی دیکھنے والے سے ہے تو پھر یہ کہ اگر اس کو اس خواب کی تعبیر معلوم ہوگئی تو کیا اسے کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔ بسا اوقات خواب میں کسی پریشانی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اسے اس پریشانی کو دور کرنے پر قدرت نہ ہوئی تو یہ دوہری پریشانی کا شکار ہوگا ایک پریشانی وہ جس کی طرف خواب میں اشارہ ہوا ہے اور دوسری پریشانی یہ کہ قبل از وقت پریشانی کا علم

ہونے کی وجہ سے پریشان رہے گا یعنی ابھی وہ مصیبت آئی بھی نہیں اور یہ اس کے خوف سے مرا جارہا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم دیا گیا تھا۔ قرآن میں ہے کہ دو قیدیوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا مقدمہ تھا۔ ہر ایک نے الگ الگ خواب دیکھا، دونوں اپنے اپنے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پہلے ان کو اسلام کی تبلیغ فرمائی پھر تعبیر بتائی کہ ایک کو موت کی سزا دی جائے گی اور دوسرے کو بری کر دیا جائے گا۔

قرآن میں دوسرا قصہ بادشاہ کا ہے۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ سات خوشے ہرے اور سات خوشے خشک ہیں۔ سات گائیں موٹی اور سات گائیں دبلی ہیں دبلی گائیں موٹی گایوں کو کھا رہی ہیں۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے تعبیر معلوم کروائی تو آپ نے فرمایا کہ سات سال خوب اچھی فصل ہوگی اور پھر سات سال قحط کے ہوں گے۔ پہلے سات سال میں جو خوب زیادہ فصل ہوگی اسے محفوظ کرلیا جائے اس کے بعد جب سات سال تک قحط ہوگا اس وقت ذخیرہ کو استعمال کیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو فائدہ کی وجہ سے تعبیر بتادی کیونکہ ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کر کے لوگوں کو تکلیف سے بچالیا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے انہیں تعبیر کا علم دیا ہے، اس لئے ان کی بتائی ہوئی تعبیر تو منجانب اللہ تھی جس کا صحیح ہونا یقینی تھا۔ علاوہ ازیں دونوں خوابوں کی تعبیر بتانے میں بہت بڑی دینی مصلحت بھی تھی جو اس قصہ کی قرآن مجید میں مذکور تفصیل سے ظاہر ہے لیکن کسی دوسرے کی بتائی ہوئی تعبیر یقینی نہیں ہوسکتی۔ اگر تعبیر صحیح نہ ملی اور اس پر اعتماد کرلیا تو ایسی صورت میں بسا اوقات کسی پریشانی میں ابتلاء ہوجاتا ہے یا کسی قسم کا کوئی نقصان ہوجاتا ہے۔ اگر کسی کی بتائی ہوئی تعبیر کو صحیح تسلیم کرلیا تو بھی اس میں یہ نقصان ہے کہ قبل از وقت ذہنی انتشار میں مبتلا رہے گا۔ بالخصوص اگر خواب میں

دی گئی کسی بشارت کی تحصیل یا کسی تخویف سے احتراز کے اسباب اپنے اختیار میں نہ ہوں تو پریشانی کی مصیبت میں مبتلا۔ اس لئے اگر خواب کی تعبیر نہ پوچھی یا پوچھ کر اس کے مطابق تدبیر نہ کی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ بہت سے بہت دنیا کا نقصان ہوگا تو کیا ہوا یہ دنیا تو گزر جانے والی ہے کچھ بھی حالت ہو بہرحال گزر جائے گی:

”گزر گئی گزران کیا جھونپڑی کیا میدان۔“

خواب کی حقیقت ہر شخص کے لئے ہر حال میں، ہر زمانہ میں یہ ہے:

”دنیا خواب ہے۔“

خواب سے دنیا کی فنائیت کا سبق حاصل کریں، بیداری درست کرنے کا ذریعہ بنائیں، فکر آخرت پیدا کریں۔

⑧⓪ مجاہدات کی قسمیں:

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے ہر شخص کے لئے الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے جو مجاہدات ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

❶ مجاہدہ اختیاریہ۔

❷ مجاہدہ اضطراریہ۔

مجاہدہ اختیاریہ میں انسان اپنے اختیار سے مجاہدہ کرتا ہے اور مجاہدہ اضطراریہ میں اپنے اختیار کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہدہ کروایا جاتا ہے۔ مجاہدہ اضطراریہ سے اتنی جلدی ترقی ہوتی ہے کہ بس لمحوں میں انسان کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ مجاہدہ اضطراریہ مجاہدہ اختیاریہ سے بہت زیادہ افضل ہے۔ جو شخص صاحب حزن ہو، اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی مجاہدہ اضطراریہ رکھ دیا ہو وہ اللہ کے قرب کا راستہ اتنی جلدی طے کرتا ہے کہ مفقود الحزن کئی سال میں بھی طے نہیں کر سکتا۔ اس کے افضل ہونے کی وجہیں یہ ہیں:

① مجاہدہ اختیاریہ تو اپنے اختیار سے ہے جب چاہے چھوڑ دے یعنی مجاہدہ کرتے کرتے دل اکتا گیا، پریشان ہوگیا تو مجاہدہ ترک کرسکتا ہے جبکہ مجاہدہ اضطراریہ میں ایسا نہیں ہوتا وہ تو جب وہ چھوڑیں گے تو چھوٹے گا یہ لاکھ جان چھڑانا چاہے کچھ نہیں کرسکتا، سو اس میں مشقت زیادہ ہونے کی وجہ سے فضیلت زیادہ ہے۔

② مجاہدہ اختیاریہ میں عجب پیدا ہونے کا خطرہ ہے جبکہ مجاہدہ اضطراریہ میں عجب کا خطرہ نہیں۔

③ مجاہدہ اختیاریہ میں توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ہے لیکن بظاہر انسان کے اختیار میں دے دیا۔ اپنے اختیار سے مجاہدہ کررہا ہے لیکن مجاہدہ اضطراریہ میں اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اسے یہ فضیلت زبردستی دے رہے ہیں۔

④ مجاہدہ اختیاریہ میں سمجھتا ہے کہ مجاہدہ کررہا ہے جبکہ مجاہدہ اضطراریہ میں یہی سمجھتا رہتا ہے کہ بلا و مصیبت میں گرفتار ہے۔ اسے یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ یہ مجاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اتنا بلند مقام غیر شعوری طور پر عطاء فرمادیتے ہیں۔ اگر مصیبت میں دین پر استقامت اور توجہ الی اللہ میں کمی نہ ہو بلکہ مزید ترقی ہو تو یہ مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے اور درجات قرب میں ترقی کا ذریعہ ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ مجاہدہ اضطراریہ کی فضیلت معلوم ہونے کے بعد کوئی اس کی تمنا کرنے لگے۔ قصداً مصیبتوں کی دعاء اور تمنا نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ دعاء کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے مصائب سے بچائیں اور قلباً قولاً عملاً شکر نعمت عطاء فرمائیں یہ دعاء بھی کرے کہ یا اللہ! یہ مصیبت بھی آپ کی نعمت ہے اور عافیت بھی نعمت ہے میں کمزور ہوں میرے اندر اس مصیبت کو برداشت کرنے کا تحمل نہیں لہٰذا آپ اس مصیبت کی نعمت کو عافیت کی نعمت سے بدل دیجئے ۔

والطف بعبدک فی الدارین ان له
صبرًا متی تدعه الاهوال ینهزم

"اپنے بندہ کے ساتھ دارین میں لطف و کرم کا معاملہ فرما یقیناً

اس کا صبر اتنا کمزور ہے کہ حوادث جب اس کو مقابلہ کی دعوت دیتے ہیں تو یہ بھاگ جاتا ہے۔"

(۸۱) ذکر اللہ، دعاء اور علم دین کے درجات:

ذکر اللہ، دعاء اور علم دین کے درجات مختلف ہیں۔ ذکر کے بارے میں حدیث قدسی ہے:

﴿من شغله القرآن وذكري عن مسألتي اعطيه افضل ما اعطي السائلين﴾ (ترمذی)

"جس شخص کو قرآن نے اور میرے ذکر نے دعاء کی فرصت نہ دی اس کو میں مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔"

ذکر مستحب ہے اور علم دین کا حاصل کرنا فرض ہے۔ بعض مسائل کا جاننا فرض کفایہ اور بعض کا فرض عین ہے تو اس طرح علم دین کا حاصل کرنا ذکر سے افضل ہے۔ حدیث میں ہے:

"دین کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک ہزار رکعات پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔" (ابن ماجہ)

یہ اجر تو سیکھنے کا ہے سکھانے پر تو اس سے بھی زیادہ اجر ہوگا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ علم دین کا حاصل کرنا ذکر سے بھی افضل ہے لیکن اس سے یہ مقصد نہیں کہ سب کام چھوڑ کر ایک ہی کام میں لگ جائیں بلکہ تمام کاموں کو ساتھ ساتھ چلائیں، تلاوت، ذکر، نوافل، دعاء اور علم دین کی تحصیل سب کام ہوتے رہیں کیونکہ ہر ایک کی اپنی حیثیت اور اہمیت ہے۔ اس کی تفصیل میرے رسالہ "استیناس الآبد بشرح فضل العالم علی العابد" احسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے۔

۸۲ الاھم فالاھم:

کسی ناجنس مولوی صاحب نے مجلس میں بے موقع اور بلا ضرورت ایک آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا:

ہر کام میں الاھم فالاھم کے قانون کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ابھی تو ہمیں قرآن مجید کے چار پانچ الفاظ کی تفسیر سے ہی فرصت نہیں مل رہی۔

﴿اقتلوا، قاتلوا، یقاتلون، یَقتلون، یُقتلون﴾

پوری دنیا پر اسلامی حکومت قائم ہونے تک تو ہمیں انہی الفاظ کی تفسیر سے فرصت نہیں مل سکتی اس کے بعد دیکھیں گے جلدی حل چاہتے ہیں تو جاؤ محاذ پر چلہ لگاؤ سب تفسیریں حل ہوجائیں گی ؎

من این علم و فراست باپرکاہی نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ ساز د مرد غازی را
بغیر نرخ این کالا بگیری سود مند افتد
بضرب مؤمن دیوانہ دہ ادراک رازی را

"میں ایسے علم و فراست کو جو مرد غازی کو تیغ و سپر سے بیگانہ کردے خشک گھاس کی ایک پتی کے عوض بھی خریدنے کو تیار نہیں۔ اگر تو دنیا بھر کا سرمایہ لٹا کر بھی اس دولت کو حاصل کرلے تو بھی یہ سودا سستا ہے۔ مؤمن دیوانہ کی ضرب سے ان مولویوں کو بھی ایک سبق پڑھادو جو بزعم خود امام رازی بنے بیٹھے ہیں۔"

۸۳ عبرت کے مواقع:

شادی، ولادت، موت اور تعمیر یہ مواقع عبرت کے ہیں ان سے سبق حاصل

کرنا چاہئے۔

شادی: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک دنیا میں کتنی شادیاں ہوئیں اور بالآخر ان کا انجام کیا ہوا یہ سوچنا چاہئے۔

ولادت: آج تک بے شمار انسان اس دنیا میں آچکے ہیں اور ہر ولادت کا انجام موت ہے۔

موت:

﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ (۳ - ۱۸۵)

"ہر ذی روح کو موت کا مزا چکھنا ہے۔"

ہر شخص کو ایک مقررہ مدت کے بعد اس دنیا سے چلے جانا ہے۔ اگر سو سال بھی زندہ رہا تو بھی اس زندگی کو ختم ہونا ہے۔ بالآخر یہ دنیا کی لذتیں فنا ہو جائیں گی اور مرنے کے بعد ایسا محسوس ہو گا کہ یہ سب خواب تھا۔ جیسے کوئی شخص خواب میں کوئی لذت حاصل کر رہا ہو تو خواب دیکھتے وقت وہ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ خواب ہے بلکہ اسے تو لذت حاصل ہو رہی ہے جب بیدار ہوتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہ خواب تھا۔ اسی طرح جس کو بیداری سمجھ رہے ہیں، جس زندگی کی لذتوں میں مست ہیں جب مر جائیں گے تو یونہی معلوم ہو گا کہ جیسے خواب دیکھتے رہے ہیں۔ سب لذتیں گزر جائیں گی۔ سب خواب ہے، البتہ ان لذتوں اور نعمتوں کو پائیدار بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے اللہ کی معرفت حاصل کریں۔ نعمت سے منعم کو پہچان کر اس کی معرفت اور رضا حاصل کر لی تو یہ نعمت اگر ختم بھی ہو گئی تو چونکہ ایسے شخص کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ایسا مضبوط ہوتا ہے کہ ان لذتوں کا ختم ہو جانا اس کے لئے پریشانی کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اس نے دنیوی نعمتوں کو مالک کی رضا کے لئے استعمال کیا اس لئے اسے اس بات کا استحضار رہتا ہے کہ یہ نعمتیں جنت کی نعمتوں کا ذریعہ

ہیں۔ اگر یہ نعمتیں ختم بھی ہو جائیں تو وہ یہ سمجھتا ہے ؎

فنا کیسی بقا کیسی جب ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

اس کے نزدیک جنت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتوں کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ جنت کی لذتوں کے مقابلہ میں یہاں کی لذتیں ہیچ در ہیچ ہیں۔ اسے جنت میں پہنچنے کا اور وہاں کی نعمتوں کا ایسا استحضار رہتا ہے کہ دنیا میں نعمتوں کا زوال اس کے لئے پریشانی کا باعث نہیں ہوتا۔

تعمیر: اسی طرح تعمیر بھی عبرت حاصل کرنے کی چیز ہے۔ قرآن میں ہے کہ تم اتنے بڑے بڑے محلات بناتے ہو جیسا کہ تمہیں مرنا ہی نہیں۔ لوگ جو اتنی بڑی بڑی تعمیرات کرتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ یہ سب محلات یہیں رہ جائیں گے اور ہم چلے جائیں گے ؎

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

(۸۴) تعویذ لینے والوں کی اصلاح:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ معمول تھا کہ اگر کوئی دور سے سفر کر کے تعویذ لینے آتا تو اسے تنبیہ فرماتے کہ خود کیوں آئے اپنے گھر ہی سے بذریعہ ڈاک کیوں نہ منگوایا۔ ڈاک کے ذریعہ منگوانے میں مصارف بھی کم، مشقت بھی کم اور وقت بھی کم صرف ہوتا ہے، خود چل کر آئے تو وقت بھی زیادہ صرف ہوا، مشقت بھی زیادہ اور مصارف بھی زیادہ۔ یہ سمجھا کر اسے فرماتے کہ گھر واپس جاؤ اور ڈاک کے ذریعہ منگواؤ۔ اس وقت تعویذ نہیں دیتے تھے۔ کبھی کسی نے سفارش کی کہ اب تو پہنچ ہی گیا اب دے دیں۔ فرمایا کہ اگر اب دے دوں گا تو یہ پھر آئے

گا اور دوسروں کو بھی بتائے گا کہ اگرچہ قانون تو یہی ہے کہ تعویذ ڈاک سے منگوایا جائے مگر کوئی چلا جائے تو دے دیتے ہیں، اب یہ خالی واپس جائے گا تو آیندہ خود بھی کبھی نہیں آئے گا اور دوسروں کو بھی روکے گا۔

(۸۵) متقین کے لئے قدرت الٰہیہ کا عجب کرشمہ:

چوپایوں میں انسان کے لئے بہت بڑی عبرت ہے اس طرح کہ یہ جو چارہ کھاتے ہیں اندر جاکر اس کی تین چیزیں بنتی ہیں، گوبر، خون اور دودھ۔ ان میں دو چیزیں ایسی مضر صحت متعفن، بدبودار اور انہی میں سے ایک چیز اس قدر پاک صاف، خوشبودار، خوش ذائقہ اور بہت مقوی غذاء۔

اللہ کے جو بندے محرمات سے بچتے ہیں (محرمات وہ جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں وہی لوگوں کی بنائی ہوئی محرمات نہیں) وہ جب بازار سے کچھ لینے کے لئے جاتے ہیں تو چونکہ دنیا میں تو حرام و حلال کے دریا بہ رہے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ جس طرح چوپایوں میں اپنی قدرت کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ اسی طرح اس بندہ کے لئے گندی چیزوں کو ہٹادیتے ہیں اور اس تک صرف طیب چیز ہی پہنچتی ہے۔ وہ خبیث اجزاء کو فرمادیتے ہیں کہ اے خبیث! دور ہٹ جاؤ تم خبیثوں کے لئے ہو:

﴿وامتازوا الیوم ایها المجرمون﴾ (۳۶ - ۵۹)

قرآن میں تو یہ کافروں کے بارے میں ہے لیکن میں اسے اس موقع کے لئے استعمال کرتا ہوں کہ اے خبیث چیزو! دور ہو جاؤ۔

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں علیحدہ نہیں کیا جاسکتا مثال کے طور پر دودھ، کیونکہ بعض دودھ والے دودھ نکالتے وقت صفائی کا خیال نہیں رکھتے۔ دودھ نکالنے سے پہلے تھنوں کو دھوتے نہیں اس کے علاوہ کبھی دودھ میں جانوروں کی نجاست بھی چلی جاتی ہے۔ یہ لوگ پاک اور ناپاک سارا دودھ ملا کر فروخت کردیتے

ہیں۔ اس کا شرعی حکم تو یہ ہے کہ جب تک دودھ میں نجاست گرنے کا یقین نہ ہو اس وقت تک نجس ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے۔ مگر نجس اجزاء کے الگ ہوجانے پر کسی کو اشکال ہوسکتا ہے، میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حیوانات کے اندر ناپاک اور پاک چیزیں علیحدہ ہوجاتی ہیں بالکل اسی طرح اس دودھ میں سے طیب حصہ اللہ کے فرمانبرداروں کے پاس چلا جاتا ہے اور خبیث حصہ خبیثوں کے پاس۔

﴿الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت و الطیبت للطیبین و الطیبون للطیبت﴾ (۲۴ - ۲۶)

(۸۶) قرب شاہی کا ذریعہ:

ایک حاجی صاحب نے بتایا کہ انہوں نے قصر ملک کے قریب کچھ بچے کھیلتے ہوئے دیکھے انہوں نے ایک بچے کو پیار کیا اوپر کی منزل سے ملک فیصل دیکھ رہے تھے انہوں نے ایک شخص کو بھیجا اس نے میرا نام اور معلّم کا نام اور پتا مجھ سے پوچھ کر لکھ لیا میں بہت ڈرا کہ شاید ملک کو میری حرکت پسند نہیں آئی معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں بہت ڈرتا رہا۔ جب میں اپنے معلّم کے پاس پہنچا تو وہاں ملک کا فرستادہ آگیا اس نے ملک کی طرف سے کھانے کی دعوت دی میں چلا گیا انہوں نے میرا بہت اکرام کیا اور بہت پر تکلّف دعوت کھلائی پھر ایک پروانہ دیا شاہی مہمان ہونے کا کہ جہاں بھی جائیں یہ پروانہ دکھا کر شاہی مہمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

اس وقت سے میں نے یہ معمول بنا لیا کہ جب درود شریف پڑھتا ہوں تو یہ نیت کرلیتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے ایک مخلوق بادشاہ کے بچے سے جس نے محبت کا اظہار کیا بادشاہ نے اسے کیسے اکرام اور قرب سے نوازا۔ یا اللہ! تیرے حبیب صلی

اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر تیرے سامنے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار کررہا ہوں اس عمل کے صدقے سے میرے ساتھ اپنے کرم کا معاملہ فرما۔

(۸۷) تعزیت کا طریقہ:

تعزیت کے موقع پر لوگ عموماً بہت زیادہ بدعات و خرافات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے:

① جب تعزیت کے لئے جائے تو تھوڑی دیر بیٹھے۔ کتب فقہ میں صراحت سے یہ مسئلہ موجود ہے کہ میت کے گھر اجتماع اور دھرنا دے کر بیٹھنا حرام ہے۔

② تعزیت کے لئے صرف ایک بار جائے بار بار جاکر غم تازہ نہ کرے۔ اہل میت میں سے کوئی ایک تعزیت کے لئے آنے والوں سے ملنے کے لئے موجود رہے۔ دوسرے اپنے کاموں میں مشغول رہیں۔

③ تعزیت کی حد تین دن ہے۔ البتہ اگر کوئی سفر پر ہو اور ایام تعزیت کے بعد گھر پہنچے تو وہ تین دن کے بعد بھی تعزیت کرسکتا ہے۔ تعزیت دوبارہ کرنا اور تین دن کے بعد کرنا اگرچہ بکراہت تنزیہہ جائز ہے مگر پھر بھی موجودہ فسادات کی وجہ سے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

④ تعزیت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اہل میت کے پاس بیٹھ کر صبر و تسلی کے کلمات کہے۔ جس سے ان کا غم ہلکا ہو۔ تعزیت کے وقت یہ کلمات کہے۔

﴿اعظم اللہ اجرک، واحسن عزاءک، وغفر لمیتک﴾

”اللہ تعالیٰ آپ کو بڑا اجر عطاء فرمائیں اور آپ کو بہتر صبر عطاء فرمائیں اور آپ کی میت کی مغفرت فرمائیں۔“

۸۸ امانت رکھنے کا طریقہ:

اگر کبھی کسی کی کوئی امانت اپنے پاس رکھیں تو اشیاء کی پوری تفصیل اور رقم کی مقدار لکھ کر اس پر مالک سے دستخط کروائیں۔ محض حافظہ پر اعتماد کرنا بسا اوقات غلط فہمی اور بدگمانی کا باعث بن جاتا ہے۔

۸۹ موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے:

کوئی رقم کسی خاص مد کی ہو تو جتنی جلدی ہو سکے اس پر یادداشت لکھ دیں، اسی طرح کوئی آپ کو کوئی چیز یا کچھ رقم بطور امانت دے اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو اس پر بھی جتنی جلدی ممکن ہو مالک کا نام اور رقم کی مقدار لکھ لیں نہ معلوم کب وقت آجائے، موت کے لئے ہر وقت سب معاملات سے فارغ رہنا لازم ہے۔

۹۰ خدام دین دنیوی کام کا مشغلہ نہ بنائیں:

اللہ تعالیٰ نے جسے کسی دینی خدمت کی صلاحیت عطاء فرمائی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس خدمت کو چھوڑ کر کوئی دنیوی مشغلہ اختیار کرے۔ حضرت ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذوں کے بھی استاذ تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا قول نقل فرماتے ہیں:

﴿لا ینبغی لاحد عندہ شیء من العلم ان یضیع نفسہ﴾

نکرہ کبھی تعظیم کے لئے ہوتا ہے کبھی تقلیل کے لئے۔ یہاں تقلیل کے لئے ہے۔ یعنی جس شخص کے پاس علم میں سے تھوڑی سی چیز بھی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ خود کو ضائع کرے۔

⑼① اتفاق رحمت اور اختلاف عذاب ہے:

آپس میں اتفاق و محبت سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی نعمتوں کے علاوہ دنیا میں بھی راحت، سکون، مسرت، برکت اور عزت و مال میں ترقی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اختلاف خالق کی ناراضی اور آخرت کی بربادی کے علاوہ دنیا میں بھی پریشانی، ذلت، فقر و فاقہ اور تباہی کا باعث بنتا ہے۔

وہ امور جو اختلاف کا سبب بنتے ہیں:

❶ گناہوں سے نہ بچنا اور گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ نہ کرنا، اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں پر اختلاف کا عذاب مسلط فرما دیتے ہیں۔

❷ حب دنیا، یہ مجموعہ ہے حب مال اور حب جاہ کا، ان دونوں کی وجہ سے آپس میں اختلاف فتنہ و فساد، قتل و غارت، تباہی و بربادی کا، شب و روز مشاہدہ ہو رہا ہے۔

❸ غیبت، عیب جوئی اور مذاق اڑانا۔

❹ روکھا پن، ترش روئی اور زبان درازی۔

❺ مشترک کام کاج سے جی چرانا۔

❻ کھانے پینے، پہننے اور آرام و راحت میں اپنے نفس کو ترجیح دینا۔

وہ امور جو آپس میں اتفاق و محبت کا سبب بنتے ہیں:

❶ تقویٰ یعنی ہر قسم کے گناہ سے بچنے کا اہتمام کرنا اور کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ان کی رحمت آپس میں محبت اور پر کیف زندگی کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔

❷ حب دنیا کا علاج، اس خطرناک اور دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کرنے والے مرض کا علاج اہل اللہ کی صحبت اور اگر یہ میسر نہ ہو تو ان کے مطبوعہ ملفوظات اور مراقبہ موت سے کیا جائے۔

③ ایک دوسرے کے قول و فعل اور اشیاء کی تحسین اور غائبانہ تعریف کی جائے۔

④ آپس میں بتکلف محبت کا اظہار کیا جائے اور بتایا جائے کہ مجھے آپ سے محبت ہے، یہ محبت بڑھانے کا بہت ہی اکسیر نسخہ ہے۔

⑤ مشترک کام میں سب سے زیادہ حصہ لینے اور دوسروں کی خدمت کرنے کی کوشش کی جائے۔

⑥ کھانے، پینے، پہننے اور آرام و راحت میں ایثار سے کام لیا جائے۔ یعنی دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دی جائے۔

⑦ اگر کسی سے کوئی شکایت ہو تو اسے دل میں نہ رکھیں بلکہ اس سے نرمی اور محبت سے کہہ دیں۔

⑧ ایک دوسرے کے لئے دعاء کی جائے۔

⑨ اللہ تعالیٰ سے آپس میں محبت کی دعاء اور اختلاف کے عذاب سے پناہ مانگتے رہیں۔

اسباب اختلاف سے اجتناب اور اسباب محبت سے اقتراب کا اہتمام کریں۔

(۹۲) اپنے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات لکھنا:

لوگوں میں یہ دستور ہوگیا ہے کہ اپنے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات لکھتے ہیں۔ مثلاً غفراللہ لہ، غفرلہ، عفی عنہ، عفا اللہ عنہ۔ اس میں یہ قبائح ہیں:

① بولنے کی بہ نسبت لکھنے میں اختصار زیادہ ہونا چاہئے۔ جب کسی سے اس کا نام پوچھا جاتا ہے تو وہ اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات نہیں کہتا تو لکھتے وقت کیوں لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ لکھنے میں تو بولنے سے بھی زیادہ اختصار کی ضرورت ہے اور اس کا دستور بھی ہے جیسے لکھنے میں ”آہ“ اور بولنے میں ”انتہی“ لکھنے میں ”الخ“ اور بولنے میں ”الی آخرہ“ لکھنے میں ”ح“ اور بولنے میں ”حینئذ“ لکھنے میں ”ج“ اور بولنے میں ”جلد“ لکھنے میں ”ص“ اور بولنے میں ”صفحہ“ لکھنے میں ”س“ اور بولنے

میں "سطر" لکھنے میں "ح" بولنے میں "حدثنا" لکھنے میں "انا" اور بولنے میں "اخبرنا" الغرض اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

② اپنے نام کے ساتھ تو یہ دعائیہ کلمات بڑے اہتمام سے لکھتے ہیں اور جہاں لکھنے چاہئیں وہاں اختصار سے کام لیا جاتا ہے مثلاً "تعالیٰ کو "   " اور "صلی اللہ علیہ وسلم" کو "ؐ" اور "علیہ السلام" کو "ؑ" اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "ؓ" اور رحمہ اللہ تعالیٰ کو "ؒ" کتنی بڑی محرومی اور کیسی نالائقی کی بات ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کلمات لکھنے سے انگلیاں ٹوٹ جائیں گی یا قلم گھس جائے گا یا وقت بہت زیادہ صرف ہوگا یا پھر بخل کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں کہ کاغذ زیادہ صرف ہوگا یا سیاہی زیادہ خرچ ہوگی، ذرا سوچیں کہ کل قیامت میں اگر یہ پوچھا گیا کہ نالائق! تو اتنا زیادہ لکھتا رہتا تھا مگر ان کلمات کے لکھنے میں بخل کیوں کیا؟ تو کیا جواب دیں گے، ویسے تو لکھنے میں اختصار سے کام لینا چاہئے لیکن جہاں ان کلمات کو لکھنے کا موقع ہو ان میں اختصار نہ کریں۔

③ اگر یہ کلمات لکھنے سے مقصد اپنے لئے دعاء کرنا ہے تو دل ہی دل میں دعاء کرلیا کریں لوگوں کو کیوں دکھاتے ہیں کہ آپ اپنے لئے دعاء کررہے ہیں اس کا کیا فائدہ؟

④ عرب ممالک میں کسی کے نام کے ساتھ "عفا اللہ عنہ" یا "غفر اللہ لہ" لکھا ہوا دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ مرچکا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی تو یہی معنی ہیں اور یہ پوری دنیا میں وفات پاجانے والوں کے ساتھ خاص ہے۔ ایسا کام کیوں کرتے ہیں جس سے لوگوں کو دھوکا ہو۔ بس سیدھے سیدھے اللہ کے بندے بنیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

﴿سيأتي على الناس زمان لا يبقى من الاسلام الا اسمه ولا من القرآن الا رسمه﴾ (ابن عدی، بیہقی)

"ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور

قرآن کے نرے نقوش باقی رہ جائیں گے۔"

یعنی اسلام اور قرآن کی صرف نمائش رہ جائے گی لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔

⑨③ اپنے نام کے ساتھ حقارت وذلت کے کلمات لکھنا:

بعض لوگ اپنے نام کے ساتھ "کمترین" "ارذل الخلائق" "احقر" "ناچیز" "ہیچمدان" "گناہ گار" "اثم" "عاصی" جیسے الفاظ لکھتے ہیں۔ "بدمعاش" بھی لکھ دیا کریں (حضرت اقدس یہ فرما کر مسکرادیئے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اکرم الخلائق بنایا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ﴿ولقد كرمنا بنى ادم وحملنهم فى البر والبحر ورزقنهم من الطيبت وفضلنهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا﴾ (١٧-٧٠)
>
> "اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطاء فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔"

اور یہ ناشکرا خود کو "ارذل الخلائق" یعنی کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ظاہر کر رہا ہے۔ یہ الفاظ لکھنے سے مقصد کیا ہے؟ اگر واقعۃً گناہ گار ہیں تو لوگوں کو کیوں بتاتے ہیں۔ اللہ کے سامنے سچے دل سے توبہ کرلیں اسی وقت پاک ہوجائیں گے۔

یہ صورۃً تواضع مگر درحقیقت تعلّی ہے لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم ایسے فانی فی اللہ ہیں۔ جو لوگ اپنے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھتے ہیں وہ خود کو بہت بڑا ولی اللہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا مقیاس الحرارۃ (تھرمامیٹر) یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے نام کے ساتھ "ارذل الخلائق" لکھے تو اسے کہا جائے: "واقعۃً تو خنزیر سے بھی بدتر ہے۔" اور "ہیچمداں" لکھے تو کہا جائے: "واقعۃً تو بہت بڑا جاہل ہے۔" پھر دیکھئے اس

"علامہ" کو کتنا غصہ آتا ہے اور "عاصی" لکھنے والے کو کہا جائے کہ واقعۃً تو بہت بڑا "فاسق" ہے پھر دیکھئے اس "ولی اللہ" کو کتنا غصہ آتا ہے۔ اگر واقعۃً خود کو حقیر یا جاہل یا عاصی سمجھتا تو کہنے والے کو یہ جواب دیتا کہ آپ نے مجھے خوب پہچانا واقعۃً میں ایسا ہی ہوں۔ میرے لئے دعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت عطاء فرمائیں۔

اگر اکابر سے کہیں اس قسم کے الفاظ منقول ہیں تو وہ تو واقعۃً خود کو ایسا سمجھتے تھے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے کہا کہ میں بے ڈاڑھی کا گناہ گار ہوں آپ ڈاڑھی والے گناہ گار ہیں۔ حضرت نے اٹھ کر اس کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا: "بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو میں ڈاڑھی والا گناہ گار ہوں۔"

⑭ بے دینوں سے سؤال:

جو لوگ اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں ان سے یہ سؤال کیا کریں:

❶ اللہ ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہے کہ ہے تو پوچھیں:

❷ اللہ حاکم ہے یا نہیں؟ اگر وہ اللہ کی حاکمیت کا اقرار کرے تو اس سے پوچھیں:

❸ اس حاکم کی حکومت ہے یا نہیں؟ اگر وہ اقرار کرے تو پوچھیں:

❹ اللہ کا قانون ہے یا وہ ایسے ہی بغیر قانون کے حکومت چلا رہا ہے؟ اگر وہ یہ کہے کہ ہاں اللہ کا قانون ہے تو پھر پوچھیں:

❺ اللہ کا قانون ہے تو کیا وہ قانون آپ پر لاگو ہوتا ہے یا آپ اس سے مستثنیٰ ہیں؟ اگر وہ کہے کہ اس پر اللہ کا قانون لاگو ہوتا ہے تو پوچھیں:

❻ جب آپ پر اللہ کا قانون لاگو ہوتا ہے تو اللہ آپ کو نافرمانی پر سزا دینے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہے کہ ہاں وہ سزا دینے پر قادر ہے تو پھر اس سے کہیں:

جب اللہ ہے اور وہ حاکم ہے، اس کی حکومت ایک قانون کے تحت چل رہی ہے اور آپ پر وہ قانون لاگو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نافرمانی کی صورت میں آپ کو سزا دینے پر قادر بھی ہے تو پھر آپ اللہ کی نافرمانی کیا سوچ کر کرتے ہیں؟ کیا آپ اللہ

کے بیٹے بیٹیاں ہیں یا اللہ کے دوست اور سہیلیاں ہیں کہ وہ آپ کو تمام تر نافرمانیوں اور بغاوتوں کے باوجود معاف فرمادے گا؟ کیا اللہ نے آپ کو کوئی سند جاری کردی ہے کہ جو چاہو کرتے رہو تمہاری جنت پکی ہے۔

(۹۵) غیر محرم سے بات کرنے کی صورتیں:

غیر محرم عورت سے بات کرنے کی یہ صورتیں ہیں:

❶ کوئی مرد اپنے کسی کام سے کسی بے پردہ عورت کے پاس جائے تو جائز ہے۔ جیسے ایئرہوسٹس یا ہسپتال میں نرسوں وغیرہ سے بات کرنے کی ضرورت ہو تو دو شرطوں سے بات کرنا جائز ہے۔ ایک یہ کہ بات بقدر ضرورت کرے اور دوسری یہ کہ حتی الامکان نظر کی حفاظت کرے۔

❷ کوئی غیر محرم عورت خود کسی مرد سے بات کرنا چاہے اور وہ مرد اسے روک نہ سکتا ہو۔ جیسے کسی عام مجمع میں یا بے پردہ گھرانوں میں یا کسی دکاندار سے خرید و فروخت کے بارے میں عورتیں بات کریں۔ ان صورتوں میں اگرچہ مرد بات کرنے پر مجبور نہیں مگر اس کے باوجود عورت کو روکنے پر قادر نہ ہو تو ان صورتوں میں بھی مذکورہ دو شرطوں سے بات کرنا جائز ہے۔

❸ عورت کو غیر محرم مرد سے بات کرنے کی ضرورت ہو اور مرد اسے روک سکتا ہو تو مرد کے لئے جائز نہیں کہ عورت کو بے پردہ سامنے آنے دے۔ مثلاً کسی عورت کو مفتی سے مسئلہ پوچھنا ہو تو مفتی بالمشافہہ بات کرنے کی اجازت نہ دے۔ عورت کسی محرم کے ذریعہ معلوم کروائے یا پردہ کے پیچھے سے بات کرے۔

❹ اگر غیر محرم عورت کسی مرد کو سلام کرے تو اس شرط سے سلام کا جواب دینا جائز ہے کہ محض سلام مقصود نہ ہو بلکہ سلام کے بعد کوئی ضروری بات کرنا مقصود ہو۔ اگر کوئی بات مقصود نہیں صرف سلام ہی مقصود ہے تو اس کے سلام کا جواب دینا جائز نہیں۔

(۹۶) دعاء کے بارے میں صحیح عقیدہ:

اللہ تعالیٰ مؤمن کی دعاء ضرور قبول فرماتے ہیں۔ مگر قبول ہونے کی تین صورتیں ہیں:

1. جس چیز کی دعاء کی ہے بعینہ وہی چیز مل جائے۔
2. اس چیز کی بجائے کچھ اور عطاء فرمادیں۔
3. سب سے بہتر چیز یعنی اجر عطاء فرمادیتے ہیں۔

جب انسان کسی چیز کے بارے میں دعاء کرے اور کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بھی وہ چیز نہ ملے اور ملنے کے آثار بھی نہ ہوں تو اس دعاء کو چھوڑ سکتا ہے لیکن یہ نہ سمجھے کہ دعاء قبول نہیں ہوئی بلکہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعاء قبول فرمالی وہ چیز نہیں دی بلکہ اس سے بہتر چیز یعنی اجر عطاء فرمادیا۔

دعاء کرے اور اعتدال میں رہ کر کوشش کرے اور معاملہ اللہ کے سپرد کردے اسے رضا بالقضاء کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص عقلی طور پر مطمئن ہے کہ جو کچھ ہورہا ہے اسی میں میری بہتری ہے جیسے کسی کو ڈاکٹر کڑوی دواء دے، انجکشن لگائے یا آپریشن کرے تو عقل مطمئن ہے کہ اس میں میرا فائدہ ہے۔ البتہ طبعاً کچھ بے چینی ہوتی ہے، اسی طرح "ماقدر اللہ" پر عقل مطمئن ہو تو رضا بالقضاء حاصل ہے اگرچہ درجۂ کمال تو یہ ہے کہ طبعی بے چینی بھی نہ ہو اور یہ چیز رفتہ رفتہ حاصل ہوجاتی ہے۔

(۹۷) ماقدر اللہ:

یہ دستور عام ہے کہ کسی کو جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو وہ یہ کہہ کر تسلی کرلیتا ہے کہ یونہی مقدر تھا۔ یہی نسخہ آیندہ خطرات کے لئے بھی استعمال کیا کریں۔

آیندہ خطرات سے لوگ بہت پریشان رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی یہی سوچ لیا کریں کہ جو مقدر ہے وہی ہوگا، یہ سوچنے سے تسلی ہو جائے گی۔ سعودیہ کے لوگوں میں کئی عادات بہت اچھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کتنا ہی بڑا حادثہ ہو جائے اس پر وہ "ماقدر اللہ" کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اپنے کاموں میں بدستور مشغول رہتے ہیں، کاموں میں کوئی حرج واقع نہیں ہونے دیتے، ایسے رہتے ہیں گویا کہ کوئی حادثہ ہوا ہی نہیں۔ ملک فیصل کے قتل کے موقع پر سرکاری دفاتر وغیرہ میں کوئی بھی چھٹی نہیں کی گئی، سرکاری، غیر سرکاری تمام کام بدستور جاری رہے۔ ان دنوں میں کوئی خبر شائع ہوئی تھی کہ ان لوگوں کا یہ دستور ہے کہ کتنی ہی بڑی مصیبت آجائے تو "ماقدر اللہ" کہہ کر اس قصہ کو ایسا دفن کردیتے ہیں گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ غیر ملکی لوگ جو وہاں رہائش اختیار کرلیتے ہیں ان پر بھی ان کے حالات کا اثر ہوتا ہے۔

ایک بار علی الصباح ہمیں مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر جدہ پہنچنا تھا۔ ہمارے میزبان نے اپنے اصل مکان میں ہمیں رکھا ہوا تھا اور خود دوسرے مکان میں رہ رہے تھے۔ جس مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے وہاں رات کو بہت دیر سے فون آیا کہ میزبان کے صاحبزادے کی گاڑی کا تصادم ہوگیا وہ شدید زخمی حالت میں ہسپتال میں بے ہوش پڑے ہیں۔ یہ پتہ نہ چل سکا کہ کس ہسپتال میں ہیں۔ میزبان کے گھر میں ٹیلی فون نہیں تھا اور ان کے گھر کا راستہ بھی کسی کو معلوم نہ تھا۔ ان تک خبر پہنچانے کی کوئی اور صورت بھی ممکن نہ تھی۔ فجر کی نماز کے بعد ان کے گھر کا راستہ جاننے والوں کو ساتھ لے کر ہم ان کے گھر پہنچے باہر دروازے پر ہی انہیں یہ خبر سنائی اور ان سے کہا کہ آپ جلدی صاحبزادے کو تلاش کریں کہ کس ہسپتال میں ہیں اور کس حالت میں ہیں۔ انہوں نے پوری بات سن کر بہت اطمینان سے کہا "ماقدر اللہ" آپ آرام سے ناشتہ کریں۔ ہمارے اصرار کے باوجود وہ ہمیں زبردستی ہاتھ سے پکڑ کر اندر لے گئے اور بہت اطمینان سے ناشتہ کروایا، ہمیں تو لقمہ بھی حلق سے

اتارنا مشکل ہو رہا تھا۔ بڑی شرم آرہی تھی۔ آخر ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں جدہ فون کر کے صاحبزادہ کی خیریت کی اطلاع ضرور کیجئے گا۔ ہمارے جدہ پہنچنے کے بعد انہوں نے فون پر بتایا کہ اب ان کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔

(۹۸) قیامت تک جہاد کا ٹھیکہ:

ایک شخص کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی اس نے تین سو سال کا ٹھیکہ لے لیا تو کسی ظریف نے لوگوں کے مجمع میں یہ بشارت سنائی کہ ملک الموت مر گئے ہیں۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ اگر ملک الموت زندہ ہوتے تو نوے سال کا بوڑھا تین سو سال کا ٹھیکہ نہ لیتا۔

میں نے اس بوڑھے سے یہ سبق حاصل کیا ہے کہ میں نے اس وقت اسّی سال کی عمر میں قیامت تک کے لئے جہاد کا ٹھیکہ لے لیا ہے، ٹھیکہ تو لے لیا تھا یوم ازل ہی میں جب اللہ تعالیٰ کے سؤال "الست بربکم" کے جواب میں میں نے بلیٰ کا نعرہ لگایا تھا۔ میرے تصور میں یہ آرہا ہے کہ میں نے بہت ہی جوش سے اچھل اچھل کر نعرے لگائے:

﴿بلی یا رب بلی بلی، لبیک یا رب، لبیک یا رب، لبیک یا رب، لبیک یا رب﴾

"انوار الرشید" میں ایک نظم ہے "می رقصم" اس نظم میں ایک مصراع کا پیوند میں نے اپنی طرف سے لگایا ہے وہ مصراع یہ ہے ؏

زہی مستی کہ گردیار چون پرکار می رقصم

اب اسّی سال کی عمر میں اس بوڑھے سے سبق حاصل کر کے ٹھیکہ کا یہ تعاقد تازہ کر رہا ہوں کہ قیامت تک جہاد کا ٹھیکہ لے لیا۔ اس پر کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ قیامت تک کا ٹھیکہ کیسے لیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد قتال دجال تک جاری رہے گا، اسے کوئی قوت روک نہیں سکتی:

﴿الجهاد ماض منذ بعثني الله الى ان يقاتل اخر امتي الدجال لا يبطله جور جائر ولا عدل عادل﴾ (ابوداؤد)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم غزوۂ خندق میں جب خندق کھود رہے تھے تو یہ نعرے لگا رہے تھے:

نحن الذين بايعوا محمدا
على الجهاد ما بقينا ابدا

قیامت تک جہاد کا ٹھیکہ لینے کی دو صورتیں ہیں:

① نیت کر لینے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل کا وجود لکھ لیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے:

﴿انما الاعمال بالنيات﴾

شارحین نے اس کی کئی شرحیں کی ہیں۔ سب سے بہتر شرح یہ ہے کہ نیت کر لینے سے عنداللہ وہ عمل وجود میں آجاتا ہے۔ میں نے بھی نیت کر لی ہے کہ قیامت تک زندہ رہا تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہوں گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

② اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جہاد کے سلسلے میں میری آواز پوری دنیا میں پہنچا رہے ہیں اس پر لبیک کہتے ہوئے جو لوگ بھی قیامت تک جہاد کریں گے ان سب کے اعمال اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میرے نامۂ اعمال میں بھی لکھیں گے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

⑨⑨ اسّی سال کا دولھا:

پچھتر سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں مستشفی الاحد کے ڈاکٹر نے مجھ سے کہا تھا:

﴿انت شاب فتزوج﴾

"آپ جوان ہیں شادی کیجئے۔"

مجھے خیال آیا کہ مسلمان کی سب سے بڑی شادی تو "محبت الہیہ" ہے، اس لئے ڈاکٹر کا جملہ سنتے ہی ایسا جوش اٹھا کہ میں ایک دم کرسی سے اچھل کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور ڈاکٹر سے بہت پرجوش لہجہ سے کہا:

﴿اتزوج دحین فی مدینة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم﴾

"ابھی مدینة الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شادی کرتا ہوں۔"

بعد میں خیال آیا کہ "محبت الہیہ" کے تقاضے کے مطابق میری شادی تو یہ ہے کہ میری حیات ہی میں امریکا فتح ہو جائے اور میری رخصتی یہ ہے کہ پوری دنیا پر میرے اللہ کی حکومت قائم ہو جائے، یہ ولولہ روز بروز بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ اب اسّی سال کی عمر میں مجھے رہ رہ کر اس شادی کے خیالات آرہے ہیں، یہ اتنی بڑی شادی ہے کہ دنیا بھر کی شادیاں اس پر قربان ؎

خوشا شادی کہ قربانش کنم ہر شادمانی را
زہی مستی کہ گرد یار چون پرکار می رقصم

"کیسی اچھی شادی ہے کہ اس پر سب شادیوں کو قربان کردوں، کیسی عجیب مستی ہے کہ میں اپنے یار کے گرد پرکار کی طرح رقص کر رہا ہوں۔"

"می رقصم" کی طویل نظم میں اس شعر کا دوسرا مصراع میری پیوند کاری ہے۔

(اس اعجوبۂ قدرت کی تفصیل انوار الرشید جلد ثالث عنوان "مغرب کی وادیوں

میں" کے تحت عنوان "انت شاب فتزوج" میں ہے۔ جامع)

(١٠٠) فتح امریکا کا جذبہ:

حضرت اقدس کی اسی سال کی عمر میں ایک حکیم صاحب نے عرض کیا:

"کسی دواء کی ضرورت ہو تو پیش کردوں؟"

حضرت اقدس نے فرمایا:

"کوئی ایسی گولی دیں کہ آج ہی امریکا فتح ہو جائے۔"

◆

دوسری جلد ختم آگے تیسری جلد

فہرست مواعظ و رسائل

فقیہ العصر مفتئ اعظم حضرتِ اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

ارشاد الرشید
رسائل الرشید
جواہر الرشید
باب العبر
اللہ کے باغی مسلمان
ہر پریشانی کا علاج
شرعی پردہ
ایمان کی کسوٹی
زندگی کا گوشوارہ
صراط مستقیم
مراقبۂ موت
جامعۃ الرشید
قربانی کی حقیقت
گلستان دل
محبت الٰہیہ
دینداری کے تقاضے
نمازوں کے بعد دعاء
حقیقت شیعہ

جشن آزادی
ٹی وی کا زہر
منکرات محرم
جہاد
سات مسائل
رمضان ماہ محبت
مسجد کی عظمت
ایٹمی دھماکہ
وصیت نامے
مسلم خوابیدہ
ترک گناہ
حفاظت نظر
استشارہ واستخارہ
استقامت
غیبت پر عذاب
مسلح پہرہ اور توکل
مصافحہ و معانقہ
فتنہ انکار حدیث

شرعی لباس
پردۂ شرعی
طریقۂ مسح و تیمّم
سیاسی فتنے
شادی مبارک
سیاست اسلامیہ
حقوق القرآن
ربیع الاول میں جوش محبت
وقت کی قیمت
اطاعت امیر
مدارس کی ترقی کا راز
چندہ کے مروجہ طریقے
گانے بجانے کی حرمت
آپ بیتی
ذکری فرقہ
عیسائیت پسند مسلمان
مدنی دعوت و تبلیغ کا نقشہ
بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا

انوار رشید (حالات وارشادات)
تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود
تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ کا ثواب
زحمت کو رحمت میں بدلنے کا نسخہ اکثیر
مسلح جہاد کے بغیر تکمیل تبلیغ ممکن نہیں
علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟
بدعات مروجہ اور رسوم باطلہ
سود خور سے اللہ اور رسول ﷺ کا اعلان جنگ
مودودی صاحب اور تخریب اسلام
مرض و موت ، احکام شرعیہ اور رسوم باطلہ
تعلیم و تبلیغ اور جہاد کیلئے کثرت ذکر کی ضرورت
ایمان قتال فی سبیل اللہ اور تبلیغ لازم وملزوم
شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت
قرآن کے خلاف کمپیوٹری سازش
لشکر محمدی طالبان کے لئے مبشرات
القول الصواب فی تحقیق مسئلہ الحجاب
بعض ضروری مسائل حج
فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت

کتابوں اور کیسٹوں کی مکمل فہرست کتاب گھر سے حاصل کریں

منی آرڈر یا ڈرافٹ کے ذریعہ کتب منگوانے کا پتا

کتاب گھر السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد ۔ ناظم آباد ۔ کراچی
فون نمبر 6683301، فیکس نمبر 021-6623814
اکاؤنٹ نمبر 89-1829، حبیب بینک لمیٹڈ البدر اسکوائر برانچ کراچی